حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں، ستمبر تا دسمبر 2014

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

روٹس فار ایکوٹی

2014

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں، ستمبر تا دسمبر 2014

تحریر و ترتیب
صبیحہ حسن

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

2014

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	viii
ابتدائیہ	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-103
ا۔ زرعی مواد	1-17
زمین	1
پانی	8
بیج	16
اا۔ زرعی مداخل	18-22
قدرتی اور صنعتی زراعت	18
کھاد	18
زرعی تحقیق	18
زرتلافی	19
زرعی قرضے	22
ااا۔ غربت اور غذائی تحفظ	22-26
غربت	22
غذائی تحفظ	25
IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں	26-38
غذائی فصلیں	26
نقد آور فصلیں	36

V۔ تجارت	39-50
برآمدات	39
درآمدات	44
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	50-52
کھاد کی کمپنیاں	50
ٹریکٹر کمپنیاں	51
غذائی کمپنیاں	51
پانی کی کمپنیاں	52
VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	52-58
مال مویشی	52
ماہی گیری	56
مرغبانی	57
VIII۔ ماحول	58-68
زمین	59
پانی	66
IX۔ موسمی تبدیلی	68-74
عالمی حدت	70
سبز معیشت	71
X۔ قدرتی بحران	74-93
خشک سالی	75
سیلاب	82
زلزلہ	93
سونامی	93

XI۔ مزاحمت	93-97
جاگیرداری	93
امدادی قیمت	94
واجبات	94
مراعات	95
بیج ترمیمی بل	95
پانی	96
ماحول	96
قدرتی بحران	96
XII۔ بیرونی امداد	97-103
امریکی امداد	98
عالمی بینک/ایشیائی ترقیاتی بینک	99
جرمن امداد	102
جاپانی امداد	102
چینی امداد	102
ایف اے او کی امداد	103
اٹلی کی امداد	103
ب۔ عالمی زرعی خبریں	104-125
I۔ زرعی مواد	104
زمین	104
بیج	104
II۔ زرعی مداخل	105
قدرتی اور صنعتی طریقہ زراعت	105

III۔ غربت اور غذائی تحفظ	105-108
غربت	105
غذائی تحفظ	107
IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں	108-109
غذائی فصلیں	108
نقد آور فصلیں	109
V۔ تجارت	110-111
برآمدات	110
درآمدات	111
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	112-113
غذائی کمپنیاں	112
مشروبات کی کمپنیاں	113
خوردہ فروش کمپنیاں	113
VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	113-114
ماہی گیری	113
مرغبانی	114
VIII۔ ماحول	114-117
زمین	114
پانی	115
فضاء	117
IX۔ موسمی تبدیلی	117-122
عالمی مزاکرات	117
عالمی حدت	120

سبز معیشت	121
X۔ قدرتی بحران	122-124
لاوے کا اخراج	122
خشک سالی	123
سیلاب	123
XI۔ مزاحمت	124-125
جنگلی حیات	124
آلودگی	125
موسمی تبدیلی	125

Acronyms / مخففات

ADB	Asian Development Bank
AEDB	Alternative Energy Development Board
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
BCI	Better Cotton Initiative
BGA	Basmati Growers Association
BISP	Benazir Income Support Program
BRSP	Balochistan Rural Support Program
CAN	Cargill Animal Nutrition
CCAC	Cotton Crop Assessment Committee
CNNC	China National Nuclear Corporation
COP	Conference of the Parties
CPI	Consumer Price Index
CSF	Cotton Standardization Fee
CWE	China International Water and Electric Corporation
DHA	Defence Housing Authority
DPP	Department of Plant Protection
EMS	Environmental Monitoring System
EPA	Environmental Protection Agency
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Bureau of Revenue
FCPF	Forest Carbon Partnership Facility
FFD	Flood Forecasting Division
FIF	Friends of Indus Forum
FPC	Federal Price Commission
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
FRC	Fertilizer Review Committee
FSA	Food Standards Agency
GAP	Good Agricultural Practices
GLIA	Guangdong Logistics Industry Association
GPA	Gwadar Port Authority
GST	General Sales Tax
ICAC	International Cotton Advisory Committee
IFRC	International Federation of Red Cross and Red Crescent Societies
IPCC	Intergovernmental Panel on Climate Change
IRIA	Iranian Rice Importers Association
IRSA	Indus River System Authority
IUCN	International Union for Conservation of Nature
JCCI	Joint Chamber of Commerce & Industry

JICA	Japan International Cooperation Agency
KBP	Kisan Board Pakistan
KCA	Karachi Cotton Association
KCCI	Karachi Chamber of Commerce & Industry
KPK	Khyber Pakhtunkhwa
KWSB	Karachi Water and Sewerage Board
LDA	Lahore Development Authority
LOI	Letter of Interest
MFF	Mangroves for the Future
MSPO	Malaysian Sustainable Palm Oil
NARC	National Agricultural Research Centre
NASA	National Aeronautics and Space Administration
NDMA	National Disaster Management Authority
NDRF	National Disaster Response Force
NEPRA	National Electric Power Regulatory Authority
NFA	National Finance Award
NFML	National Fertilizer Marketing Limited
NTDC	National Transmission & Dispatch Company
OCHA	Office for the Coordination of Humanitarian Affairs
PAEC	Pakistan Atomic Energy Commission
PAK-EPA	Pakistan Environmental Protection Agency
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PCGA	Pakistan Cotton Ginners' Association
PCJCCI	Pakistan China Joint Chamber of Commerce & Industry
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PCSIR	Pakistan Council of Scientific and Industrial Research
PDA	Pakistan Dairy Association
PFA	Punjab Food Authority
PFF	Pakistan Fisherfolk Forum
PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters-Importers and Merchants Association
PJMA	Pakistan Jute Mills Association
PKMT	Pakistan Kissan Mazdoor Tehreek
PMAS-AAUR	Pir Mir Ali Shah Arid Agriculture University Rawalpindi
PNRA	Pakistan Nuclear Regulatory Authority
PODB	Pakistan Oilseed Development Board
PPA	Pakistan Poultry Association
PPAF	Pakistan Poverty Alleviation Fund
PPRA	Public Procurement Regulatory Authority
PRIME	Policy Research Institute of Market Economy

PRISM	Program for Increasing Sustainable Microfinance
PRSP	Poverty Reduction Strategy Paper
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
PVMA	Pakistan Vanaspati Manufacturers' Association
R. O Plant	Reverse Osmosis Plant
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAARC	South Asian Association for Regional Cooperation
SBP	State Bank of Pakistan
SDPI	Sustainable Development Policy Institute
SEARCH	Society for Environmental Actions, Reconstruction and Humanitarian Response
SEDL	Sachal Energy Development Private Limited
SMS	Short Message Service
TCP	Trading Corporation of Pakistan
TFA	Trade Facilitation Agreement
TIP	Transparency International Pakistan
UNCTAD	United Nations Conference on Trade and Development
UNDP	United Nations Development Program
UNICEF	United Nations Children's Fund
UNODC	United Nations Office on Drugs and Crime
USAID	United States Agency for International Development
USC	Utility Stores Corporation
UVAS	University of Veterinary and Animal Sciences
WAPDA	Water and Power Development Authority
WFP	World Food Program
WPEP	Wheat Productivity Enhancement Program
WTO	World Trade Organization
WWF	World Wide Fund for Nature

ابتدائیہ

کشمیر سمیت پاکستان کے بالائی علاقوں اور پنجاب میں ستمبر 2014 میں مون سون نے جاتے جاتے ایک بار پھر تباہی مچادی۔ سیلاب سے ملک میں 346 لوگ جاں بحق ہوئے اور صرف پنجاب میں 2.5 ملین ایکڑ پر کاشت کی گئی فصل، 250 پولٹری فارم تباہ اور 15,000 مویشی ہلاک ہوگئے۔ یہاں 2014 کے آخر میں وقوع پزیر ایک اور سانحے کا بیان بھی ضروری ہے۔ 35 سال تک افغانستان کی جنگ میں ملوث ہونے کے بھیانک نتائج بھگتنے کے بعد پشاور کے ایک اسکول میں دہشت گردی کے افسوس ناک واقعے نے بل آخر دہشت گردی کے خلاف اتفاق رائے پیدا کردیا ہے جو نہایت خوش آئند بات ہے۔ اب جب کہ ہم اپنے مسائل پر توجہ دینے کی کوشش کررہے ہیں تو کیا تواتر سے آتے موسمی بحران اس بات کا تقاضہ نہیں کرتے کہ موسمی تبدیلی کے حوالے سے عوامی مسائل دیکھنے کی کوشش کریں جس سے شدید متاثر ممالک میں پاکستان کا شمار ہوتا ہے۔ موسمی تبدیلی سے زراعت سب سے زیادہ متاثر ہورہی ہے۔ مشیر برائے قومی سلامتی و بین الاقوامی امور سرتاج عزیز کے مطابق ملک کو قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے سالانہ پانچ بلین ڈالرز درکار ہوتے ہیں۔ پانی کی کمی کے حوالے سے بات کریں جو آنے والے سالوں میں دنیا میں توانائی کے بحران سے زیادہ بڑا مسئلہ بننے جارہا ہے۔ عالمی بینک کے مطابق پاکستان ان 17 ممالک میں شامل ہے جہاں پانی کی کمی تیزی سے پیدا ہورہی ہے، بعض ذرائع کے مطابق ایسے دس ممالک میں پاکستان کا نمبر ساتواں ہے۔ غربت کی بات کریں جس میں پاکستان کا شمار دنیا کے دس غربت زدہ ممالک میں ہوتا ہے۔ اقوام متحدہ کی ہیومن ڈیولپمنٹ رپورٹ 2014 کے مطابق پاکستان کی 45.6 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ پانچ سال سے کم عمر غذائی کمی کے شکار بچے بلوچستان میں 52 فیصد اور سندھ میں 50 فیصد ہیں۔ دونوں صوبوں میں یہ بدترین شرح 2001 سے برقرار ہے۔ جبکہ خیبر پختون خواہ (KPK) میں یہ شرح 48 فیصد اور پنجاب میں 39 فیصد ہے۔

زمینی حقائق کو قریب سے دیکھیں تو موسمی تبدیلی، پانی کی کمی اور غربت جہاں ہاتھوں میں ہاتھ

ڈالے کھڑی ہے وہ خشک سالی سے متاثر تھر کا ریگستان ہے۔ جہاں تین سال سے جاری خشک سالی تھر کے علاوہ سندھ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں میں پھیل چکی ہے۔ تھر میں حکومت سندھ نے کچھ ضروری اقدامات کیے ہیں لیکن ان علاقوں کی پائیدار ترقی کے لیے فوری، درمیانی اور طویل مدت پر مبنی منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ کیا ہمارے درمیان اس کے لیے اتفاق رائے ممکن ہے؟ ایسا ہوتا نظر نہیں آ تا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم مسائل کو ان کی کلی حیثیت میں دیکھنا نہیں چاہیے مثلاً اگر ہم پانی کی مثال لے لیں تو ایک زمانہ تھا کہ پاکستان کے پاس وافر پانی تھا۔ اس کی کمی کی وجوہات میں، پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز (PCRWR) کے مطابق، آبادی میں اضافہ، صنعتوں اور تجارت کا بے تحاشہ بڑھنا اور آبی ذخائر کی کمی شامل ہے۔ پاکستان کو بڑے ڈیموں کے لیے دستیاب رقم حاصل کرنے میں نہایت دشواری کا سامنا ہے۔ پن بجلی کے منصبوں اور ڈیموں کی تعمیری قیمت ان منصبوں میں تاخیر کی وجہ سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ مثلاً نیلم جہلم پن بجلی منصوبے کی اصل لاگت 2007 میں 130 ارب روپے تھی جو بڑھ کر اب 274.9 ارب روپے ہوگئی ہے۔ دستیاب پانی مختلف طریقوں سے آلودہ کیا جارہا ہے اور آلودہ پانی صاف کرنے کے پلانٹ ناکارہ پڑے ہیں۔ عوام کو صاف پانی نہیں مل رہا اور زیر زمین پانی نمکین یا آلودہ ہے۔ اگر موسمی تبدیلی، آبپاشی کے نظام اور متعلقہ محکمے کی نااہلی، پانی کے زیاں اور اس کی غیر منصفانہ تقسیم کو بھی اس فہرست میں شامل کرلیا جائے تو تصویر کچھ اور واضح ہوجاتی ہے۔ ان تمام وجوہات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ سب سے زیادہ پانی کہاں استعمال ہورہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 97 فیصد پانی زراعت میں استعمال ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زراعت کس طریقے پر ہورہی ہے اور اس کے کیا اثرات مرتب ہورہے ہیں؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے جس کا جواب دیئے بغیر ہم پانی کی بحث کو کسی طرح سے آگے نہیں لے جاسکتے۔

صنعتی زراعت، جس کی ابتدا امریکہ نے 1960 کی دہائی میں سبز انقلاب کے ذریعے کروائی اور جس کے ذریعے صاف ستھری پائیدار زراعت غیر پائیدار بنا دی گئی اس زراعت میں بہت زیادہ پانی استعمال ہوتا ہے، زہریلی ادویات اور کیمیائی کھاد کو فروغ ملتا ہے جس سے فضائی اور آبی آلودگی پیدا ہوتی ہے اور انسانوں میں بیماریوں اور کسانوں کی غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیا ایسی زراعت کا خاتمہ غربت

اور پانی کے بحران کے لیے ضروری نہیں؟ اس کے برعکس ہماری حکومت نہایت گرم جوشی سے آج بھی ایسی ہی زراعت کو فروغ دینے میں مصروف ہے۔ یہ بات بہت افسوس ناک ہے کہ بیج ترمیمی بل 2014 قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے منظور کرلیا ہے، کہا جارہا ہے کہ اسمبلی اگلے اجلاس میں اس بل کو پاس کردے گی۔ پلانٹ بریڈرز رائٹس بل بھی کابینہ کی منظوری کے لیے پیش کیا جاچکا ہے۔ ایسا کرکے کمپنیوں کی بیج پر اجارہ داری کو یقینی بنا کر بیرونی ایجنڈے پر کاربند ہونے کا ثبوت دیا جارہا ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک (PKMT) کے صوبائی رابطہ کار طارق محمود نے اس حوالے سے کہا کہ یہ بل خوراک کی خودمختاری کو بین اقوامی کمپنیوں کے حوالے کردے گی۔ سوسائٹی فار انوائرمنٹل ایکشنز، ریکنسٹرکشن اینڈ ہیومنیٹرین رسپونس (SEARCH) اور این جی اوز ڈیولپمنٹ سوسائٹی شہداد کوٹ نے بھی بیج ترمیمی بل 2014 کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ زرعی شعبے کی نجکاری کا بل ہے جس سے بین الاقوامی کمپنیاں زراعت پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں گی۔

حکومت صنعتی زراعت کے فروغ کے لیے بھاری رقم بھی خرچ کرتی رہی ہے۔ مثلاً سندھ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ 15-2014 میں مشینی زراعت کو فروغ دینے والے کاشت کاروں کو خریداری اور اور دیگر خدمات پر 1,230 ملین روپے کی زرتلافی دی جائے گی۔ یوریا کے صنعتی ذرائع کے مطابق حکومت پچھلے چھ سالوں میں درآمدی یوریا پر 100 ارب روپے زرتلافی ادا کرچکی ہے۔ دوسری طرف حکومت کسانوں کے لیے امدادی قیمت مقرر کرنے میں تاخیر کرتی ہے اور امدادی قیمت کسانوں کی توقع سے کم رکھی جاتی ہے۔ کسان قرض پر زرعی مداخل خریدنے کی وجہ سے فصل بیچنے میں جلدی کرتے ہیں اور اکثر حکومتی امدادی قیمت کا فائدہ بھی نہیں اٹھا پاتے۔ بعض اوقات وہ کسان جو زمینداروں سے قرض لیتے ہیں وہ قرض نہ ادا کرپانے پر اپنے خاندان سمیت جبری مشقت پر مجبور کردیئے جاتے ہیں۔ یہ صورت حال سندھ میں کافی عرصے سے نظر آرہی ہے۔

اس مہنگی زراعت کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر زمینی قبضہ جاری ہے۔ ان قبضہ کی گئی زمینوں پر زیادہ تر کارپوریٹ فارمنگ کی جاتی ہے۔ چھوٹے کسان بے دخل، بے روزگار اور غذائی ذرائع سے محروم ہوکر حکومت کی خیراتی امدادی اسکیموں کا محتاج ہو جاتے ہے۔ ایک خبر کے مطابق 2014 کے

پہلے چار مہینوں میں 347.3 بلین غربت میں کمی کے مختلف منصوبوں پر خرچ کیے گئے۔ یوں حکومتیں اپنی ہی پالیسیوں سے ایک فعال پیداواری شعبے کو بااختیار بنانے کے بجائے غیر فعال اور محتاج بنارہی ہیں۔ صرف پاکستان میں ہی نہیں دنیا اسی طرح کی روش پر چل رہی ہے۔ پچھلے چار مہینوں میں بھارت کی مودی حکومت کانگریس دور کی کسان دوست پالیسیوں کو مندرجہ ذیل فیصلوں سے تبدیل کرچکی ہے:

- دیہی علاقوں میں زمین خریدنے پر کانگریس کی حکومت نے جو پابندیاں عائد کی تھیں بھارت کی مودی حکومت نے اس میں اپنے ایک حکم نامے سے آسانی پیدا کردی ہے۔ وزیرخزانہ ارون جیٹلی نے ان شعبوں کی نشاندہی کی جن کے لیے علاقے کے کاشتکاروں کی 80 فیصد آبادی سے اجازت لینی ضروری نہیں ہوگی۔300 بلین ڈالرز سے زیادہ کے منصوبے جو پچھلی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے رک گئے تھے اب بحال ہوتے نظر آرہے ہیں۔

- امریکہ اور بھارت نے واشنگٹن میں ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں جو حکومتوں کو غذا ذخیرہ کرنے اور سستے دام بیچنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ یہ معاہدہ ڈبلیو ٹی او کے ساتھ غذائی تحفظ پر بھارت کے اختلافات کو دور کرنے میں مدد دے گا۔ امریکی پریس سیکرٹری جوش ایرنسٹ نے واشنگٹن میں ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ معاہدہ ڈبلیو ٹی او کے ٹریڈ فیسیلی ٹیشن ایگریمنٹ (TFA) پر مکمل اور فوری عمل درآمد میں مدد دے گا۔

منڈی پر مبنی معیشت نے زرعی شعبے کو عالمی تجارت کے لیے کھول دیا ہے کیونکہ بڑی طاقتور کمپنیوں کا مفاد اس سے منسلک ہے اور یہ مفاد مقامی پیداواری شعبے کے استحصال کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسی تجارت سے پیدا ہونے والا سرمائے کا ارتکاز عدم مساوات کو بڑھاتا ہے، اسی لیے آج 99 فیصد ایک طرف اور ایک فیصد ایک طرف نظر آتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی غربت، ماحولیاتی تباہی، موسمی تبدیلی اور قدرتی بحران عوامی یکجہتی

ضرور پیدا کررہے ہیں جو عالمی سطح پر بڑھتے ہوئے شعور اور آ گاہی کی شکل میں سامنے آ رہی ہے۔ آج خود عالمی اداروں کی تحقیقی رپورٹیں حقیقت کی ترجمانی کررہی ہیں۔ ان حقیقتوں کو واضح کرتے ہوئے زراعت کے حوالے سے ایک امریکی اخبار نویس لکھتا ہے:

- مسئلہ بھوک کا نہیں غربت کا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب روایتی کاشتکاری کرنے والے کسانوں کی زمینوں کو خرید کر انھیں بے دخل کر دیا جاتا ہے تو انھیں ان قدرتی وسائل سے بھی دور کر دیا جاتا ہے جن پر ان کا گزر بسر ہوتا تھا، جب نقدآور فصلیں توانائی کے لیے کاشت کی جاتی ہیں تو غذائی فصلوں کے لیے زمین کم ہو جاتی ہے۔ دنیا کے بھوکے لوگوں میں ایک طرف لاکھوں چھوٹے کسان مزدور ہیں تو دوسری طرف صنعتی طرز پیداوار کے شکار بے تحاشہ موٹے لوگ بھی ہیں۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہ طریقہ پیداوار نہ ضروری ہے اور نہ پسندیدہ۔ ہمیں زراعت ان لوگوں سے پھر سیکھنی ہے جن کا رشتہ ابھی زمین سے جڑا ہوا ہے، جو معیار پر توجہ دیتے ہیں مقدار پر نہیں۔ سب سے بہترین طریقہ زراعت روایتی ہے تازہ صحت مند اور قوت خرید میں آنے والی غذا ہمارا مقصد ہونا چاہیے۔ غربت کے خاتمے کے لیے انصاف چاہیے، غذا کی کمی نہیں ہے اسے جانوروں کی خوراک اور ایندھن میں تبدیل کیا جا رہا ہے اور بہت بڑی مقدار میں ضائع بھی کیا جا رہا ہے۔

دراصل مسئلہ اب آ گہی کا نہیں ہے بلکہ عملی تبدیلی کا ہے۔ اس حوالے سے کچھ اچھی نوید بھی مل رہی ہے۔ مثلاً

- یورپی پارلیمنٹ کی ماحول پر کمیٹی نے یورپی یونین کے 28 ممالک کو جینیاتی فصلوں کو لگانے کی اجازت دینے کے اختیار کو خود ان ممالک کے حوالے

کرنے کی قرارداد 11 کے مقابلے میں 53 ووٹوں سے منظور کر لی ہے۔

دوسری طرف برازیل کے ایک بڑے صوبے سے ایک خبر مسائل کے حل میں مقامی عوامی گروہوں کے وسائل پر اختیار اور فیصلہ سازی کی اہمیت کو واضح کر رہی ہے:

- ایمازون (Amazon) میں دریا کے کنارے جنگلوں میں رہنے والے مچھیرے اور بائیولوجسٹ، دریائی دیو قامت مچھلی پیراروکو (Pirarucu) کی ناپید ہوتی نسل کو بچانے کے لیے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں اور باہر سے آنے والے لوگوں کو اس مچھلی کا شکار کرنے سے روکتے ہیں۔ 1996 میں یہاں اس قسم کی مچھلیوں کے شکار پر پابندی عائد کردی گئی تھی۔ مقامی لوگ جن کا مچھلی پر گزر بسر ہوتا ہے کے علاوہ کسی کو اس مچھلی کے شکار کی اجازت نہیں تھی۔ انہی مقامی لوگوں نے اس مچھلی کی نگہداشت میں کلیدی کردار ادا کر کے اس کی نسل کو ختم ہونے سے بچا لیا ہے۔

ملینیم ڈیولپمنٹ گولز کے 2015 میں خاتمے کے بعد پائیدار ترقی کے اہداف اگلے 15 سالوں میں مختلف سطح پر ترقی کی راہیں متعین کریں گے۔ یہ اہداف ابھی سے متنازعہ حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ایک طرف ایک فیصد کے مفادات کا تحفظ کیا جا رہا ہے، پائیدار ترقی کا منڈی سے جڑا تکنیکی حل، سبز معیشت اور اس جیسی دوسری ٹیکنالوجیوں کے ذریعے، پیش کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف 99 فیصد عوامی گروہ وسائل پر اختیار اور فیصلہ سازی کے ذریعے پائیدار ترقی کی راہیں طے کرنا چاہتے ہیں۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

الف۔ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی مواد

زمین

- زمینی قبضہ

بلوچستان:

9 ستمبر: پاکستان چائنہ جوائنٹ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (PCJCCI) کے صدر شاہ فیصل آفریدی کے مطابق چین نے گوادر کی ترقی کے لیے شنگھائی فری ٹریڈ زون جیسا منصوبہ بنایا ہے۔ گوادر کی ترقی پاکستان، ایران، چین اور وسط ایشیائی ریاستوں کے درمیان تجارتی راہداری قائم کرے گی جس سے اربوں ڈالرز کا ریونیو اور روزگار پیدا ہوگا۔ معاشی ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس منصوبے سے 25 لاکھ افراد کو روزگار ملے گا۔ حکومت اسی مقصد کے تحت اطراف کے علاقوں میں عوام کی تربیت کے لیے تکنیکی تعلیم کے مراکز قائم کر رہی ہے۔ (دی نیوز، 10 ستمبر، صفحہ 15)

27 ستمبر: بلوچستان حکومت کے وزیر میر رحمت صالح بلوچ نے کہا ہے کہ قبضہ مافیا نے حکومتی اداروں میں موجود کالی بھیڑوں کی ملی بھگت سے گوادر کے ساحل کے ساتھ سرکاری زمین اپنے نام کرالی ہے۔ قبضہ مافیا کو غیر قانونی طور پر زمین کی منتقلی (الاٹمنٹ) کے لیے بڑے پیمانے پر بدعنوانی کی گئی جس سے کچھ سیاسی شخصیات نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 5)

27 دسمبر: چینی کمپنی گو ینگ ڈونگ لوجسٹک انڈسٹری ایسوسی ایشن (GLIA) کے وفد نے گوادر بندرگاہ کے دورے کے موقع پر گوادر پورٹ اتھارٹی (GPA) کو بتایا کہ کمپنی بندرگاہ پر 50,000 چینی مصنوعات کے لیے نمائشی مرکز قائم کرنا چاہتی ہے۔ تجویز کردہ نمائشی مرکز 25 ایکڑ زمین پر قائم کیا جائے گا۔ اس پیشکش

پر دونوں فریقین کے درمیان بات چیت جاری ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 دسمبر، صفحہ 3)

سندھ:

16 ستمبر: عدالتی کمیشن کی سفارشات کے باوجود کہ دریائے سندھ پر گڈو بیراج سے کوٹری بیراج تک بااثر زمینداروں اور نجی کمپنیوں کی طرف سے بنائے گئے بندوں کو ختم کیا جائے جس پر ان افراد اور کمپنیوں کی طرف سے فارم بنائے گئے ہیں اور کاشتکاری کی جارہی ہے، حکومت سندھ کمیشن کی سفارشات پر عمل کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔ سندھ حکومت کی طرف سے 2010 کے سیلاب میں کشمور اور ٹھٹھہ میں توڑی بند اور ایس ایم بند ٹوٹنے کے بعد جس سے دریا کے دونوں اطراف تباہی ہوئی تھی، جسٹس ریٹائرڈ قربان علوی کی سربراہی میں کمیشن قائم کیا گیا تھا جس نے صوبائی حکام کی غفلت اور ناجائز تجاوزات کی نشاندہی کی تھی لیکن تین سال گزرنے کے باوجود ذمہ داران کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 ستمبر، صفحہ 13)

16 ستمبر: ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل پاکستان (TIP) نے حکومت سندھ کے خلاف کراچی میں مینگروز کے جنگلات پر مشتمل 600 ایکڑ زمین کی غیر قانونی منتقلی (الاٹمنٹ) کے خلاف قومی احتساب بیورو میں درخواست جمع کرائی ہے جس میں الزام لگایا گیا ہے کہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (DHA)، کریک ایونیو اور کورنگی روڈ کے درمیان زمین کی فروخت میں بہت بڑے پیمانے پر بدعنوانی ہوئی ہے جس کی اندازاً قیمت 400 بلین روپے ہے۔ TIP (ٹی آئی پی) نے ڈائریکٹر جنرل قومی احتساب بیورو سندھ سے کہا ہے کہ وہ حکومت سندھ کے اس غیر قانونی اقدام کا نوٹس لیں اور الزامات کی تحقیقات کریں۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 3)

17 ستمبر: ایک خبر کے مطابق ضلع لاڑکانہ میں تقریباً 12,000 ایکڑ اور سکھر میں 5,000 ایکڑ سے زیادہ جنگلات کی زمین پر غیر متعلقہ افراد قابض ہیں۔ سندھ ہائی کورٹ کے حکم پر حال ہی میں بنائی گئی پبلک ویجلنس کمیٹی میں محکمہ جنگلات کے ضلعی افسر نے بتایا کہ بااثر سیاسی، قبائلی شخصیات اور جرائم پیشہ افراد سکھر

اور لاڑکانہ میں جنگلات کی زمین پر قابض ہیں۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 10)

30 اکتوبر: ٹی آئی پی نے قومی احتساب بیورو کو کراچی میں زمین سے متعلق جعلسازی کی مکمل اور شفاف تحقیقات کے لیے خط لکھ دیا ہے جس سے بنیادی طور پر DHA (ڈی ایچ اے) نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس خط میں ملیر ندی کے پاس واقع 342 ایکڑ زمین کے معاملے میں جعلسازی کو بھی اجاگر کیا گیا ہے جس کی ملکیت اب واٹر فرنٹ پروجیکٹ کے نام ہے۔ مینگرو کے جنگلات پر مشتمل یہ زمین اس سے قبل پیپلز پارٹی کے کان کنی کے وزیر آغا طارق اور ان کی اہلیہ کے نام تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 اکتوبر، صفحہ 15)

7 نومبر: سیکرٹری جنرل یونائیٹڈ ہیومن رائٹس کمیشن رعنا فیض الحسن کی درخواست پر سماعت کے دوران سندھ ہائی کورٹ کے دو رکنی بینچ نے چیف جسٹس مقبول باقر کی سربراہی میں کہا کہ سندھ میں 134,000 ایکڑ جنگلات کی زمین پر قبضہ کرکے ان پر پائے جانے والے جنگلات کو تیزی سے ختم کیا جارہا ہے۔ بینچ نے محکمہ جنگلات اور چیف کنزرویٹر کو عدلت میں ریکارڈ کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 18)

12 نومبر: سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ جس کی سربراہی جسٹس ثنار الملک کررہے ہیں، کو اعلیٰ پولیس افسر نے بتایا کہ پیپلز پارٹی کے ایک سینیٹر کی اطلاع کے مطابق سماجی کارکن پروین رحمان جنہیں 13 مارچ، 2013 کو کراچی میں قتل کیا گیا تھا، کے پاس کراچی میں قبضہ کی گئی زمین کا اہم نقشہ تھا جس میں سیاسی پارٹیوں کی طرف سے ہتھیائی گئی زمین کی تفصیلات بھی تھیں۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 1)

12 نومبر: سندھ حکومت نے سچل انرجی ڈیولپمنٹ پرائیوٹ لمیٹڈ (SEDL) کو جھمپیر میں 30 سال کے لیے 680 ایکڑ زمین ہوائی توانائی منصوبے (ونڈ انرجی فارم) کے لیے الاٹ کردی ہے۔ منصوبے سے 49 میگاواٹ بجلی پیدا کی جاسکے گی جس پر 133 ملین ڈالرز لاگت آئے گی۔ (دی نیوز، 13 نومبر، صفحہ 17)

26 نومبر: ٹی آئی پی کی درخواست پر سپریم کورٹ نے نوٹس لیتے ہوئے حکومت سندھ کو کورنگی میں واقع 600 ایکڑ زمین کی فروخت کو روکنے کا حکم دیا ہے۔ اس زمین پر مینگروز کے جنگلات ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے 400 بلین روپے مالیت کی یہ زمین غیر قانونی طور پر وزیر اعلیٰ کے سابق سیکرٹری کے نام الاٹ کر دی گئی ہے جو یہاں رہائشی کالونی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 نومبر، صفحہ 3)

خیبر پختون خواہ:

21 ستمبر: سوات کی 75 فیصد آبادی (1.5 ملین) دیہات پر مشتمل ہے جو اپنی بقا کے لیے زراعت پر انحصار کرتی ہے۔ حکام نے اس زرخیز خطے میں تین فوجی چھاؤنیاں بنانے کا فیصلہ کیا جس نے روایتی کاشتکاری کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ چھاؤنی غذائی پیداوار والے زرخیز علاقے کبل، خوازخیلہ اور باری کوٹ میں بنائی جائیں گی۔ (فضل مولا زاہد، ڈان، 21 ستمبر، صفحہ 7، اسپیشل رپورٹ)

24 اکتوبر: سال 2000 سے 2001 کے دوران شہری آبادی میں مسلسل اضافے کی وجہ سے پشاور میں 3,307 ایکڑ اور نوشہرہ میں 6,885.5 ایکڑ زرعی زمین کم ہوگئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر پشاور کے مطابق پشاور میں سال 01-2000 میں 109,883 ایکڑ زرعی زمین تھی جو اب کم ہوکر 106,576 ایکڑ رہ گئی ہے جبکہ نوشہرہ میں اسی مدت کے دوران 289,094 ایکڑ زرعی زمین کم ہوکر 282,228.5 ایکڑ رہ گئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اکتوبر، صفحہ 2)

پنجاب:

22 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق قومی احتساب بیورو اسلام آباد میں محکمہ جنگلات پنجاب کی 2,500 کنال زمین کراچی کی ایک نجی کمپنی کو صرف 62 ملین روپوں کے عوض بیچنے کے معاملے پر تحقیقات کر رہا ہے۔ بیورو کے مطابق یہ کمپنی پارک لین اسٹیٹ سابق صدر آصف علی زرداری، بلاول بھٹو زرداری اور دیگر چند لوگوں کی ملکیت تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 اکتوبر، صفحہ 4)

22 نومبر: ضلعی کلکٹر راولپنڈی نے سپریم کورٹ میں دوران سماعت دعویٰ کیا ہے کہ بحریہ ٹاون نے محکمہ جنگلات پنجاب کی 215 ایکڑ زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ راولپنڈی سے چھ کلو میٹر دور جی ٹی روڈ کے قریب واقع یہ زمین 1856 میں محکمہ جنگلات کے نام کردی گئی تھی۔ (ڈان، 23 نومبر، صفحہ 4)

- زمینی معاوضہ

14 ستمبر: گلگت بلتستان اور کوہستان کے مقامی رہائشی دونوں علاقوں کے قبائل کے بیچ مہندر (فائر بندی) کی مدت ختم ہونے کی صورت میں مزید خون خرابے کے خوف میں مبتلا ہیں۔ دونوں قبائل میں بساری چیک پوسٹ کے دونوں اطراف 8 سے 10 کلومیٹر زمینی پٹی جو کوہستان اور گلگت کو الگ کرتی ہے پر ملکیت کا تنازعہ ہے۔ یہ زمین دیامر بھاشا ڈیم منصوبے کے لیے تجویز کی گئی ہے اور دونوں قبائل حکومت سے زمین کی زرتلافی کے دعویدار ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 15 ستمبر، صفحہ 2)

21 ستمبر: کوہستان کے قبائلی جرگے نے کہا ہے کہ جب تک داسو ڈیم سے متاثر ہونے والے زمین مالکان کے مطالبات پورے نہیں کردیئے جاتے وہ منصوبے پر کام نہیں کرنے دیں گے۔ جرگے نے حکومت کی طرف سے 700,000 روپے فی کنال زمین کی قیمت مسترد کردی ہے۔ ریونیو ریکارڈ کے مطابق کوہستان میں فی کنال زمین کی قیمت 3,500,000 سے 4,000,000 ملین روپے ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 2)

24 ستمبر: تحصیل جمرود کے علاقے مالاگوری کے قبائلیوں نے معاہدے کے مطابق وارسک ڈیم کی رائلٹی کا مطالبہ کیا ہے۔ جمرود پریس کلب پر قبائلی عمائدین نے کہا ہے کہ مہمند ایجنسی کے قبائل سے وفاقی حکومت نے 1955 میں ڈیم کی تعمیر کے وقت معاہدے میں رائلٹی اور ڈیم کی تعمیر سے متاثر ہونے والے دیہات میں مفت بجلی فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ قبائل نے گورنر KPK (کے پی کے)، پولیٹکل ایجنٹ اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری سے اپیل کی ہے کہ اس معاملے کو وفاقی حکومت کے سامنے اٹھائیں۔ (ڈان، 25

ستمبر، صفحہ 7)

15 دسمبر: وادی کاغان کے رہائشی اور زمین مالکان نے جن کی زمین 870 میگاواٹ کے سکی کناری (Suki Kinari) پن بجلی منصوبے کی تعمیر کے لیے حاصل کی جارہی ہے، حکومت سے کہا ہے کہ وہ منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ان کی شکایات کا ازسرنو جائزہ لے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی زمین ان کے روزگار کا واحد ذریعہ ہے۔ ضلعی انتظامیہ کو اس کی مناسب قیمت مقرر کرنی چاہیے اور ان کے لیے بھی زمین کی زرتلافی دینے کا وہی طریقہ کار اپنایا جائے جو دیامر اور داسو ڈیم منصوبے میں اپنایا گیا ہے۔ (دی نیوز، 16 دسمبر، صفحہ 9)

- سیم زدہ زمین

19 دسمبر: ایک خبر کے مطابق زرعی ماہرین نے کسانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ زیرکاشت سیم زدہ زمین پر پیداوار میں اضافے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کریں۔ سیم زدہ زمین پر نمکیات سطح پر آجاتے ہیں جس کا سدباب دو سے تین بار گہرائی میں ہل چلا کر پانی دینے سے ممکن ہے۔ ایسا کرنے کے لیے زمین بھربھری ہونی چاہیے اور زیرزمین پانی کی سطح کم از کم چھ فٹ ہونی چاہیے۔ نمکیات حل پزیر ہوتے ہیں جو پانی میں حل ہوکر زمین کی گہرائی میں چلے جائیں گے۔ ایسی زمین مسلسل زیرکاشت رہنی چاہیے تاکہ نمکیات کا دوبارہ سطح پر آنے کا امکان نہ رہے۔ اس کے علاوہ زمین کی زرخیزی میں اضافے کے لیے جانوروں کے فضلے کی کھاد اور سبز کھاد بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ سبز کھاد کے لیے کسانوں کو چارہ اگانا چاہیے پھر اسے پھول نکلنے سے پہلے ہل چلاکر زمین میں دبا دینا چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 دسمبر، صفحہ 10)

- کسان مزدور

31 اگست: ضلعی بار ایسوسی ایشن عمرکوٹ میں ہونے والے مشاورتی اجلاس میں وکلاء، سماجی شخصیات اور مزدور رہنماؤں نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ کسانوں کو فوری انصاف کی فراہمی کے لیے علیحدہ

کسان عدالتیں قائم کی جائیں اور بدلتے وقت کی مناسبت سے سندھ ٹیننسی ایکٹ میں ترمیم کی جائے۔
(ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 17)

16 دسمبر: اربوں ڈالرز کی کپڑے کی صنعت کپاس چننے والی عورتوں کے کندھوں پر ٹکی ہے جنہیں سخت گرمی میں چنائی کی یومیہ اجرت 150 روپے سے بھی کم دی جاتی ہے۔ ان عورتوں کو لیبر قوانین کے مطابق باضابطہ مزدور بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ سندھ کمیونٹی فاؤنڈیشن کی طرف سے کراچی میں کپاس کی چنائی کرنے والی عورتوں کے حوالے سے منعقد کیے گئے پروگرام میں میران پور، ہالا سے آئی عورتوں نے شرکت کی۔ چنائی کرنے والی ایک عورت ماسی پدمی نے بتایا کہ دو سے چار عورتیں سارا دن چنائی کرتی ہیں شام میں زمیندار وزن بتائے بغیر پیداوار لے جاتا ہے۔ انہیں ایک ہفتے کی اجرت 1,000 سے 1,500 روپے دی جاتی ہے جسے وہ خود آپس میں بانٹ لیتی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 دسمبر، صفحہ 15)

3 ستمبر: صوبہ سندھ میں تقریباً پانچ لاکھ عورتیں کپاس کی چنائی سے وابستہ ہیں جنہیں کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں اور وہ صرف جاگیرداروں کے رحم و کرم پر ہیں جو ان کے کام کرنے کے حالات اور اجرت کا تعین کرتا ہے۔ جاگیردار کپاس چننے والوں کو 150 سے 200 روپے یومیہ اجرت پر رکھتا ہے جس میں کسی مزدور کو شدید گرمی میں بھی آرام کی اجازت نہیں ہوتی۔ پاکستان کے دیہی علاقوں میں عورتیں زرعی پیداوار، مال مویشی پالنے، پانی بھرنے اور لکڑیاں چننے میں صبح سے شام تک مصروف رہتی ہیں۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 17)

● جبری مشقت

31 اکتوبر: بدین میں جسٹس سید اکرام اللہ شاہ کے حکم پر پولیس نے جبری مشقت پر مامور 50 مزدوروں کو جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں، دو زمینداروں کی قید سے رہائی دلائی۔ میر پور خاص میں بھی ضلعی اور سیشن کورٹ کے حکم پر 10 جبری مشقت پر مجبور مزدوروں کو رہائی ملی۔ (دی نیوز، 1 نومبر، صفحہ 19)

13 نومبر: بدین میں ایڈیشنل سیشن جج کے حکم پر پولیس نے 20 مزدوروں جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں، کولیاقت علی نظامانی کے کھیتوں پر چھاپا مار کر آزاد کروالیا۔ (ڈان،14 نومبر،صفحہ19)

- زرعی ٹیکس

23 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق چاروں صوبے زرعی آمدنی پر عائد ٹیکس جمع کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ساتویں نیشنل فنانس ایوارڈ (NFA) میں چاروں صوبوں سے زرعی آمدنی پر ٹیکس وصولیوں کی شکل میں بڑا حصہ ملنے کی امید تھی۔ یاد رہے کہ 12.5 ایکڑ نہری زمین، 25 ایکڑ بارانی زمین اور ایسے باغات جن کی آمدنی 100,000 روپے سے زیادہ ہو پر زرعی ٹیکس لاگو ہوتا ہے۔ (ڈان،24 اکتوبر،صفحہ10)

- لینڈ کمپیوٹرائزیشن

18 ستمبر: لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (LDA) کے چیف ٹاؤن پلانر محمد اکرم نے اعلان کیا ہے کہ زمینی ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن جاری ہے جو اپریل 2015 میں مکمل ہو جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،19 ستمبر،صفحہ11)

3 نومبر: ایک خبر کے مطابق 15 جون 2010 کو سپریم کورٹ نے تمام صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ زمینی ریکارڈ کمپیوٹرائز کریں محکمہ ریونیو کو اس حوالے سے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ سپریم کورٹ میں لینڈ ریکارڈ منیجمنٹ اینڈ انفارمیشن سسٹم منصوبے پر پیش رفت کے حوالے سے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ قبضہ مافیا نے چند ریونیو حکام سے مل کر کچھ ریکارڈ غائب کردیئے جنہیں دوبارہ یکجا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پنجاب حکومت یہ کام نومبر 2015 تک مکمل کرنا چاہتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر، صفحہ 3)

پانی

- پانی کی قلت

17 ستمبر: کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ (KWSB) کے مطابق 2013 میں جب سے غیر قانونی ہائیڈرنٹ

کے خلاف مہم شروع ہوئی ہے اب تک تقریباً 100 ہائیڈرنٹ مسمار کیے جاچکے ہیں لیکن تاحال شہر میں پانی کا بحران جاری ہے۔ بورڈ کے وائس چیئرمین ساجد جوکھیو نے بتایا کہ وہ تمام ہائیڈرنٹ کومسمار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ ہائیڈرنٹ طالبان اور سیاسی مافیہ کے مضبوط گروہ چلارہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 ستمبر، صفحہ15)

● آبپاشی

4 ستمبر: چیئرمین واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (WAPDA) ظفرمحمود نے حیدرآباد میں سندھ چیمبر آف ایگریکلچر کے اراکین سے ملاقات میں کہا ہے کہ صوبہ سندھ کے عوام کی مرضی کے خلاف پانی کا کوئی نیا منصوبہ یا ڈیم نہیں بنایا جائیگا۔ پاکستان کو زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے جدید زرعی عالمی طریقے اپنانے ہونگے جس میں کم پانی درکار ہوتا ہے۔ چیئرمین نے اراکین کوتجویز دی کہ وہ اپنی زمینوں پر نئی ٹیکنالوجی متعارف کرائیں۔ (دی نیوز، 5 ستمبر، صفحہ15)

10 ستمبر: پیپلز پارٹی کی سابق وزیر ثقافت سسی پلیجو نے محکمہ آبپاشی کے حکام پر الزام لگایا ہے کہ وہ دریائے سندھ پر بندوں کی بحالی، مرمت اور دیکھ بھال کے نام پر بڑے پیمانے پر بدعنوانی میں ملوث ہیں۔ پلیجو نے اپنے حلقے ٹھٹھہ میں متعدد آبپاشی نہروں کا معائنہ کرنے کے بعد ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ 2010 میں آنے والے سیلاب کے بعد چار سالوں میں اربوں روپے بندوں اور واٹرکورسوں کی تعمیر کے لیے جاری کیے جاچکے ہیں۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ19)

14 ستمبر: وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے خان کوٹ کے قریب سیلاب متاثرین کےکیمپ کے دورے کے موقع پر متاثرہ شخص کی جانب سے نہروں کی صفائی کے لیے دستیاب فنڈ خردبرد کرنے اور تین سال سے نہروں کی صفائی نہ ہونے کی شکایت پر سیکرٹری آبپاشی کو معاملے کی تحقیقات کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ڈان، 15 ستمبر، صفحہ10)

24 ستمبر: محکمہ آبپاشی کے مطابق سکھر بیراج سے نکلنے والی کنال سے پانی کے اخراج کی صلاحیت ہر سال جمع ہونے والی ریت اور کچرے کی وجہ سے کم ہورہی ہے کیونکہ 2010 میں سیلاب کے بعد سے محکمے نے کنال کی صفائی نہیں کی۔ حکام کا کہنا ہے کہ بیراج کی صفائی کے لیے اس میں 250,000 کیوسک پانی درکار ہے۔ چار سال میں یہ مطلوبہ مقدار ہونے کے باوجود بھی صفائی نہیں کی گئی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 ستمبر، صفحہ 13)

10 اکتوبر: انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) کے حکام کا کہنا ہے حالیہ سیلاب کا پانی کسانوں کے لیے باعث رحمت ہے۔ سیلاب کی وجہ سے دوملین ایکڑ فٹ پانی کا اضافہ ہوا ہے جو آبپاشی کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ (ڈان، 11 اکتوبر، صفحہ 3)

22 اکتوبر: وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے K-4 اور S-III منصوبوں پر جلد عمل درآمد اور سائٹ ایریا میں پانی کے مسائل کو حل کرنے کے دو کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ اب تک S-III منصوبے پر 970 ملین روپے خرچ کیے جاچکے ہیں اور K-4 منصوبے کی لاگت کا تخمینہ 25.55 بلین روپے بتایا جاتا ہے۔ (ڈان، 23 اکتوبر، صفحہ 17)

- پاک بھارت آبی تنازعہ

7 ستمبر: آبی تنازعات کے قانونی ماہر احمر بلال صوفی کے مطابق اگر پاکستان بھارت کو بڑی تعداد میں ڈیم اور پن بجلی منصوبے کے قیام سے روکنا چاہتا ہے جن سے اس کی زراعت وصنعت اور آبادی کی ضروریات متاثر ہو رہی ہیں تو اسے سندھ طاس معاہدے سے ہٹ کر بھارت کے ساتھ دوطرفہ سطح پر معاملہ اٹھانا پڑے گا۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 4)

20 ستمبر: پاکستان انڈس واٹر کمشنر مرزا آصف بیگ کی سربراہی میں تین رکنی وفد واہگہ کے راستے بھارت

روانہ ہوگیا ہے۔ وفد ہماچل پردیش میں دریائے چناب پر 140 میگاواٹ کے ''میار'' بجلی گھر منصوبے کا معائنہ کرے گا۔ کمشنر نے کہا ہے کہ انہیں امید ہے کہ بھارت پن بجلی منصوبوں پر پاکستانی اعتراضات پر لچک دکھائے گا۔ پاکستانی وفد چار متوقع ڈیموں کے نقشے اور دریا کے بہاؤ پر بات چیت کرے گا۔ (دی نیوز، 21 ستمبر، صفحہ 5)

● پن بجلی/ڈیم

1 ستمبر: WAPDA (واپڈا) کے پن بجلی منصوبے ناقص منصوبہ بندی، غیر موثر نگرانی، مالی رکاوٹوں اور امن وامان کی غیر یقینی کیفیت کی بناء پر طویل عرصے سے تاخیر کا شکار ہیں۔ نیلم جہلم منصوبہ جولائی 2007 میں شروع کیا گیا جسے پانچ سالوں میں مکمل ہونا تھا مگر اب نومبر 2017 میں مکمل ہوگا، اسی طرح گولن گول منصوبہ جسے 2009 میں پیداوار شروع کرنی تھی اب لاگت میں 25 فیصد اضافہ کے ساتھ 2017 میں مکمل ہوگا جبکہ دیامر بھاشا ڈیم کے لیے زمین کے حصول کا مرحلہ بھی مکمل نہیں کیا جاسکا۔ 4,500 میگاواٹ کا یہ منصوبہ اب 2037 میں پیداواری صلاحیت حاصل کر سکے گا۔ (حسین احمد صدیقی، ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

6 ستمبر: چیئرمین واپڈا ظفر محمود نے سرمایہ کاروں کو پن بجلی کی پیداوار کی طرف راغب کرنے کے لیے بنائی جانے والی پن بجلی پالیسی کا وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو مختصر جائزہ پیش کیا۔ اس موقع پر وزیر خزانہ نے حکام کو ہدایت کی کہ وہ پاکستان میں بڑے ڈیموں کی تعمیر کے لیے واشنگٹن میں ہونے والے بین الاقوامی سرمایہ کاری اجلاس میں امریکی سرمایہ کاروں اور امدادی اداروں سے بات چیت کریں۔ وزیر خزانہ کو بتایا گیا کہ دریائے سندھ میں 9,000 میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیت موجود ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 10)

21 ستمبر: ایک خبر کے مطابق بدقسمتی سے پاکستان گلیشیئرز کے ہوتے ہوئے بھی اب تک دنیا میں پانی کی قلت کے شکار ممالک میں سے ایک ہے۔ تقسیم کے وقت بھارت میں 344 ڈیم اور پاکستان میں صرف

ایک ڈیم تھا۔ آج بھارت میں 4,710 مکمل بڑے ڈیم ہیں اور 390 ڈیم زیرِتعمیر ہیں جبکہ پاکستان میں اس وقت 143 ڈیم ہیں۔ اپنی موجودہ ضرورت پوری کرنے کے لیے پاکستان کو کم از کم 500 ڈیم درکار ہیں۔ پاکستان میں پانی ذخیرہ کرنے کی استعداد جو کم از کم 100 دن کی ہونی چاہیے صرف 30 دن کی ہے۔ پاکستان میں آبی ذخائر نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال 13 ملین کیوسک پانی سمندر میں جا گرتا ہے اور ہر سال سیلاب کی صورت میں تباہی بھی پھیلاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 10)

دیامر بھاشا ڈیم:

8 اکتوبر: وزیرِ خزانہ اسحاق ڈار نے کہا ہے کہ ملک جلد بجلی کے بحران سے چھٹکارا حاصل کر لے گا۔ دیامر بھاشا ڈیم 4,500 میگاواٹ بجلی پیدا کریگا اور 8.1 ملین ایکڑ فٹ پانی بھی ذخیرہ کیا جاسکے گا۔ اب تک حکومت اس مد میں 400 ملین ڈالرز خرچ کر چکی ہے۔ امریکی حکام نے دیامر بھاشا ڈیم کو پاکستانی معیشت کو مستحکم بنانے کے لیے بہترین انتخاب قرار دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 اکتوبر، صفحہ 1)

نیلم جہلم:

3 ستمبر: 996 میگاواٹ کے نیلم جہلم پن بجلی منصوبے کو سخت مالی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ وزیرِاعظم کی واضح ہدایت کے باوجود اگلے سال بھی منصوبہ بجلی کی پیداوار شروع نہیں کر سکے گا۔ منصوبے کی اصل لاگت 2007 میں 130 ارب روپے تھی جو جغرافیائی تبدیلیوں اور تاخیر کی وجہ سے 274.9 ارب روپے ہو گئی ہے۔ (ڈان، 4 ستمبر، صفحہ 3)

9 ستمبر: لاہور ہائی کورٹ میں بجلی کے بلوں میں نیلم جہلم پن بجلی منصوبے کے نام پر سرچارج کی وصولی کے خلاف دائر درخواست پر عدالت نے وفاقی حکومت اور متعلقہ محکموں کو ہدایت کی ہے کہ وہ منصوبے کی تفصیلات جمع کرائیں۔ درخواست گزار کے مطابق بجلی کے بلوں کے ذریعے نیلم جہلم سرچارج کی مد میں 26 ارب روپے عوام سے وصول کیے جاچکے ہیں لیکن منصوبہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے۔ حکومت منصوبے

کی لاگت اور تکمیل کی مدت نہیں بتارہی ہے۔ عدالت بجلی کے بلوں کے ذریعے نیلم جہلم سرچارج کی وصولی روکے اور حکومت کو حکم دے کہ وہ منصوبے کی تفصیلات عام کرے۔ (دی نیوز، 10 ستمبر، صفحہ 5)

14 نومبر: نیلم جہلم پن بجلی کو قومی گرڈ سے جوڑنے کے لیے ٹرانسمیشن لائن کے کام کا افتتاح آزاد پتن آزاد کشمیر میں ہوا۔ یہ کام 2015 کے آخر میں نیلم جہلم منصوبے کی تکمیل کے ساتھ مکمل ہوجائے گا۔ (دی نیوز، 15 نومبر، صفحہ 15)

18 دسمبر: نیلم جہلم پن بجلی منصوبہ 475 ملین ڈالرز سرمائے کی کمی کا شکار ہے۔ حکومت کو اس منصوبے کے لیے 55 بلین روپے بجلی صارفین سے وصول کرنے پڑیں گے۔ حکومت پہلے ہی آدھی رقم نیلم جہلم سرچارج کی شکل میں وصول کرچکی ہے۔ (دی نیوز، 19 دسمبر، صفحہ 3)

تربیلا ڈیم:

18 ستمبر: ملک میں سیلاب کی وجہ سے پانی کے استعمال میں کمی کے بعد تربیلا ڈیم پھر سے مکمل طور پر بھرگیا ہے۔ اس سے پہلے ڈیم 21-20 اگست کو بھرا تھا لیکن تمام دریاؤں میں پانی کا بہاؤ کم ہونے کی وجہ سے اگلے ہی دن سے اس میں کمی شروع ہوگئی تھی۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 2)

منگلا ڈیم:

9 ستمبر: ملک میں اس وقت جاری بدترین سیلاب میں منگلا ڈیم نے سیلاب کی تباہ کاریوں کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ منگلا ڈیم 1967 میں 434.505 ملین ڈالرز کی لاگت سے مکمل ہوا جس میں پانی ذخیرہ کرنے کی اصل گنجائش 5.88 ملین ایکڑ فٹ تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ ریت جمع ہونے کے قدرتی عمل کی وجہ سے (20 فیصد) گھٹ کر 4.67 ملین ایکڑ فٹ ہوگئی۔ جولائی 2004 میں منگلا ڈیم توسیعی منصوبہ شروع کیا گیا جس سے 50 ہزار افراد متاثر ہوئے اور دسمبر 2009 میں 96.853 ارب روپے کی

لاگت سے مکمل کیا گیا۔ توسیعی منصوبے سے ڈیم میں پانی کی انتہائی سطح میں 30 فیصد اضافہ ہوا۔ (دی نیوز، 10 ستمبر، صفحہ 2)

11 ستمبر: منگلا ڈیم توسیعی منصوبے کی تکمیل کے بعد پہلی دفعہ ڈیم اپنی انتہائی سطح 1,242 فٹ تک بھر گیا ہے۔ توسیعی منصوبے کے بعد ڈیم میں 7.4 ملین ایکڑ فٹ پانی کی گنجائش ہے جو اب ملک کا سب سے بڑا پانی کا ذخیرہ ہے۔ (ڈان، 12 ستمبر، صفحہ 3)

20 اکتوبر: وفاقی وزیر برائے بجلی و پانی خواجہ آصف نے کہا ہے کہ 3 اور 4 ستمبر کے دوران منگلا ڈیم میں پانی کی سطح میں 11 فٹ اضافہ ہوا ہے جو ماضی میں کبھی نہیں ہوا۔ اس اضافے کی وجہ حالیہ شدید بارشیں اور سیلاب ہے۔ (ڈان، 21 اکتوبر، صفحہ 3)

داسو ڈیم:

23 دسمبر: واپڈا کی تکنیکی ٹیم نے اپنے دو روزہ ترکی کے دورے میں بڑے نجی تعمیراتی اداروں کے ساتھ اجلاس کیے ہیں جس میں واپڈا حکام نے 4,320 میگاواٹ کے داسو پن بجلی منصوبے کی تکنیکی تفصیلات پیش کیں۔ ترکی کی تعمیراتی کمپنیوں نے داسو ڈیم منصوبے میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 دسمبر، صفحہ 11)

کوحالہ پن بجلی منصوبہ:

10 ستمبر: پاکستان اور چین کی سرکاری کمپنیوں نے آزاد کشمیر میں 1,100 میگاواٹ کے 2.4 بلین ڈالرز کے کوحالہ پن بجلی منصوبے کے لیے بجلی کے نرخ 7.9 سینٹ فی یونٹ کو حتمی شکل دے دی ہے جس کی معیاد 30 سال ہوگی۔ نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسپیچ کمپنی (NTDC) اور چائنہ انٹرنیشنل واٹر اینڈ الیکٹرک کارپوریشن (CWE) ایک معاہدے پر پہنچ گئے ہیں۔ معاہدے کے مطابق پہلے 12 سالوں کے لیے اوسط

قیمت فی یونٹ 8.9 سینٹ مقرر کی گئی ہے جو اگلے 18 سالوں میں کم ہوکر 5.1 سینٹ فی یونٹ ہوجائے گی۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 10)

ماہی پن بجلی منصوبہ:

11 نومبر: حکومت پاکستان اور CWE (سی ڈبلیو ای) نے پنجاب اور آزاد کشمیر کی سرحد پر 590 میگاواٹ کے ماہی ہائیڈرو منصوبے کے لیٹر آف انٹرسٹ (LOI) پر اسلام آباد میں دستخط کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 نومبر، صفحہ 11)

خاور خیال ڈیم:

19 ستمبر: واپڈا کے جاری کردہ بیان کے مطابق ادارے نے 128 میگاواٹ کے خاور خیال ڈیم کے تعمیراتی کاموں کے لیے سائنو ہائیڈور اور ہجویری گروپ کے مشترکہ منصوبے پر دستخط کردیئے ہیں جس کی مالیت 14.544 بلین روپے ہے۔ منصوبے کے لیے یورپی انویسٹمنٹ بینک، جرمن ڈیولپمنٹ بینک اور حکومت پاکستان سرمایہ فراہم کرے گی۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 13 ستمبر 2014 کو 27.8 بلین روپے کے خاور خیال ڈیم کا نظرثانی شدہ پی سی ون منظور کیا تھا۔ (دی نیوز، 20 ستمبر، صفحہ 15)

چھوٹے منصوبے:

18 دسمبر: کے پی کے حکومت نے صوبے میں پہاڑی آبادیوں میں 356 چھوٹے پن بجلی منصوبے (micro-hydroelectric power project) تعمیر کرنے کی حکمت عملی بنائی ہے۔ سابق وزیر ماحولیات ملک امین اسلم خان اس منصوبے کے خالق ہیں۔ منصوبہ صوبائی حکومت کے اس سال کے اوائل میں شروع کیے گئے ماحول دوست اقدامات کا حصہ ہے۔ منصوبے کا مقصد صوبے کے قدرتی وسائل استعمال کرکے سماجی اور معاشی ترقی کو فروغ دینا ہے۔ ملک اسلم خان کے مطابق چھوٹے پن بجلی یونٹ 10 سے 500 کلو واٹ صلاحیت کے حامل ہونگے جو اگلے 18 ماہ میں پانچ بلین روپے کی لاگت سے تعمیر ہونگے۔

(ڈان،19 دسمبر،صفحہ 11)

- فلٹریشن پلانٹ

15 نومبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے صاف پانی منصوبے کے حوالے سے اجلاس میں کہا ہے کہ صحت مند زندگی کے لیے پینے کا صاف پانی لازمی جز ہے۔عوام کو پینے کا صاف پانی فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس منصوبے کے تحت پورے پنجاب میں صاف پانی کے فلٹر لگا ئے جائینگے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون،16 نومبر،صفحہ 5)

بیج

- ہائبرڈ بیج

8 ستمبر: سورج مکھی کے مقامی ہائبرڈ بیج کی تحقیقی ماہرین کی طرف سے خامیوں کو دور کرنے کے بعد تجرباتی کاشت سے زیریں سندھ کے کسانوں کے لیے حوصلہ افزا نتائج پیدا ہوگئے ہیں۔ بیج کی اس سیزن میں دوبارہ تجرباتی کاشت کی جائے گی۔ مقامی کم قیمت ہائبرڈ بیج سے ہونے والی پیداوار دو من سے بڑھ کر 7.5 سے 8 من فی ایکڑ ہوگئی ہے جبکہ نجی کمپنیوں کے مہنگے ہائبرڈ بیج سے پیداوار 10 سے 12 من فی ایکڑ ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

1 اکتوبر: پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل (PARC) نے پوٹھوہار اور کے پی کے کے شمالی علاقوں میں کنولا اور مونگ پھلی کے نئے ہائبرڈ بیج کاشت کرنے کا اعلان کیا ہے۔ تجویز کردہ کنولا بیج ایک ہیکٹر زمین پر 3,182 کلوگرام جبکہ مونگ پھلی کا بیج ایک ہیکٹر زمین پر 4,200 کلوگرام پیداوار دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (ڈان، 2 اکتوبر،صفحہ 11)

28 اکتوبر: محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق ماہرین زراعت کا کہنا ہے کہ کاشتکار اچھی پیداوار کے لیے

تصدیق شدہ بیج کاشت کریں اور جدید طریقہ زراعت کو اپنائیں۔ پاسبان 90 (Pasban-90) اور اری (Arri) 2011 بیج کی اقسام تھور زدہ زمین پر اچھی پیداوار دیتی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 اکتوبر، صفحہ11)

14 نومبر: ایک خبر کے مطابق اوکاڑہ میں کسانوں کے تربیتی مرکز ڈیک لیب (Dekalb) جو مونسانٹو کا تجرباتی کھیت بھی ہے، کا پنجاب کے مختلف علاقوں میں مکئی پیدا کرنے والے 600 کسانوں کو دورہ کرایا گیا۔ مونسانٹو کے جدید ڈیک لیب میں کسانوں نے مکئی کے ہائبرڈ بیجوں کا معائنہ بھی کیا۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی کسانوں کی بڑی تعداد مونسانٹو کے زیادہ پیداوار کے حامل مکئی کے ہائبرڈ بیج کئی سالوں سے کاشت کررہے ہیں۔ (دی نیوز، 15 نومبر، صفحہ15)

- بیج ترمیمی بل 2014

13 نومبر: اسلام آباد میں قومی بیج پالیسی پر ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ وتحقیق سکندر حیات خان بوسن نے کہا کہ بیج ترمیمی بل 2014 کو قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی نے منظور کرلیا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اسمبلی اگلے ہفتے شروع ہونے والے اجلاس میں اس بل کو پاس کردے گی جبکہ پلانٹ بریڈرز رائٹس بل بھی کابینہ کی منظوری کے لیے پیش کیا جاچکا ہے۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ10)

13 نومبر: اقوام متحدہ کی فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (FAO) کے تعاون سے منعقد کی گئی ورکشاپ میں وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کی طرف سے قومی بیج پالیسی کا مسودہ پیش کیا گیا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 نومبر، صفحہ11)

II۔ زرعی مداخل

قدرتی یا صنعتی زراعت

13 اکتوبر: حیدرآباد میں پاکستان فشر فوک فورم (PFF) کے تحت منعقد پروگرام میں مقررین نے غذائی عدم تحفظ کے خاتمے کے لیے صنعتی بنیادوں پر زراعت اور ماہی گیری ختم کرنے کے لیے ایک منصوبہ وضع کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ PFF (پی ایف ایف) کے چیئرمین محمد علی شاہ نے کہا کہ سندھ میں کارپوریٹ زراعت اور مچھلی پکڑنے والے ٹرالروں کی وجہ سے روایتی زراعت اور ماہی گیری کا صفایا ہو گیا ہے، 70 فیصد روایتی زراعت اب کارپوریٹ زراعت میں تبدیل ہو چکی ہے۔ (ڈان، 14 اکتوبر، صفحہ19)

کھاد

15 ستمبر: ایک خبر کے مطابق پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی معیشت ہے لیکن سرمایہ کاری نہ ہونے اور خراب انتظامی ڈھانچے کی وجہ سے ملکی پیداوار عالمی منڈی میں مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔ کھاد کے بڑھتے ہوئے استعمال کے باوجود یہاں پیداوار نہیں بڑھی جس نے صورتحال کو خطرناک بنا دیا ہے۔ کسانوں میں یوریا کے مناسب استعمال کے متعلق آگاہی نہ ہونے سے زمین کی زرخیزی ختم ہورہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ11)

27 نومبر: ایک خبر کے مطابق رواں سال یوریا کی فروخت میں 14 فیصد اور اس مہینے میں دو فیصد کمی واقع ہوئی ہے جبکہ دوسری جانب ڈی اے پی کی فروخت میں اضافہ ہوا ہے۔ ماہانہ بنیاد پر ڈی اے پی کی فروخت میں 234 فیصد اور سالانہ بنیاد پر ایک فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 نومبر، صفحہ10)

زرعی تحقیق

1 ستمبر: وزارت سائنس و ٹیکنالوجی، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے تعاون سے 29.58 ملین روپے کی

لاگت سے سوفٹ ویئر (software) بنا رہی ہے جو کسانوں کو ویب (web)، شارٹ میسج سروس (SMS) اور کال سینٹر کے ذریعے رہنمائی فراہم کرے گا جس میں کسان زرعی مداخل کی قیمتیں، فصلوں کی قیمتیں اور آمدنی سے متعلق معلومات حاصل کرسکیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 ستمبر، صفحہ 11)

10 نومبر: سیکرٹری وزارت ٹیکسٹائل اور صنعت رخسانہ شاہ نے کراچی کاٹن ایسوسی ایشن (KCA) کو بتایا کہ امریکی محکمہ زراعت پاکستان کے ساتھ مل کر پتہ مروڑ بیماری (کرل لیف وائرس) کو ختم کرنے کے منصوبے پر کام کررہا ہے۔ اس مقصد کے لیے کپاس کے 4,000 جینیاتی وسائل (germplasm) عطیئے کے طور پر دیئے گئے ہیں جن سے کپاس کی نئی اقسام جن میں مطلوبہ خصوصیات ہوں، تیار کی جارہی ہیں۔ وزارت ٹیکسٹائل اور صنعت کوشش کررہی ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اور اثر انگیز تحقیق کے ذریعے کپاس کی پیداوار 22 ملین گانٹھوں تک بڑھائی جاسکے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 10 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

16 نومبر: سابق وزیر اور پاکستان اکیڈمی آف سائنسس کے صدر پروفیسر عطاالرحمن نے جامعہ کراچی میں سیمنار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستانی سائنسدان بائیوسلائن (Bio-saline) کے شعبے میں کام کررہے ہیں جس کے تحت سمندری پانی کو گندم، چاول اور مکئی کی کاشت کے لیے استعمال کیا جائیگا۔ (دی نیوز، 17 نومبر، صفحہ 16)

30 دسمبر: زرعی یونیورسٹی فیصل آباد نے ملک میں غذائی کمی کے مسئلے پر توجہ دینے کے لیے ''فیکلٹی آف فوڈ، نیوٹریشن اینڈ ہوم سائنسس'' قائم کی ہے جس میں حلال غذا کی ابھرتی ہوئی منڈی کے لیے افرادی قوت بھی تیار کی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 دسمبر، صفحہ 11)

زرتلافی

10 ستمبر: پاکستان کسان اتحاد نے حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ گزشتہ ماہ حکومت اور اتحاد کے

درمیان ہوئے معاہدے پر عمل درآمد کے لیے نوٹیفکشن جاری کرے۔ کسان اتحاد کے رہنماؤں نے پریس کانفرنس کے دوران بتایا کہ وزیر زراعت پنجاب اور وزیر آبپاشی نے وعدہ کیا تھا کہ کسانوں کو کھاد پر زرتلافی فراہم کی جائے گی اور کچھ سالوں تک بجلی کے موجودہ نرخ برقرار رکھے جائیں گے جس کا کچھ دنوں میں نوٹیفکشن جاری کردیا جائے گا لیکن تا حال حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ (دی نیوز، 11 ستمبر، صفحہ 5)

4 اکتوبر: سندھ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ 15-2014 میں مشینی زراعت کو فروغ دینے والے کاشت کاروں کو خریداری اور اور دیگر خدمات پر 1,230 ملین کی زرتلافی دی جائے گی۔ ٹریکٹر کی خریداری کے لیے 1,000 ملین روپے اور شمسی توانائی سے چلنے والے پمپ کے لیے 130 ملین روپے مختص کر دیئے ہیں جو 50 فیصد رعایتی قیمتوں پر دستیاب ہونگے۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 10)

14 اکتوبر: اسٹیٹ بینک آف پاکستان (SBP) نے اپنی چار ماہ پر مشتمل رپورٹ میں تصدیق کی ہے کہ پیداواری شعبے کی بڑھوتری میں کھاد کی صنعت کا حصہ بڑھ کر 1/5 ہوگیا ہے۔ ملکی پیداوار میں اضافہ ربیع کے موسم میں کھاد کی درآمد میں کمی کردے گا۔ یوریا کے صنعتی ذرائع کے مطابق حکومت پچھلے چھ سالوں میں درآمدی یوریا پر 100 ارب روپے زرتلافی ادا کرچکی ہے۔ (دی نیوز، 15 اکتوبر، صفحہ 15)

21 نومبر: حکومت نے زرعی شعبے کو بجلی پر زرتلافی فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان کابینہ کی اقتصادی کمیٹی کے فیصلے کے تحت ہوا جو اگست 2013 میں کیا گیا تھا۔ فیصلے کے تحت زرعی شعبے کو جون 2015 تک 10.35 روپے فی یونٹ رعایتی بجلی فراہم کی جائیگی۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 10)

24 نومبر: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے فیڈرل بیورو آف ریونیو (FBR) سے زرعی مداخل کو جنرل ٹیکس سے مستثنٰی قرار دینے کی اپیل کی ہے تا کہ پیداواری لاگت کم ہو اور کسان کو فائدہ ہو۔ اس

اپیل پر وزیر اعظم نے ایک سمری لکھ کر ارسال کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ FBR (ایف بی آر) کی مشاورت سے کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 نومبر، صفحہ 11)

15 دسمبر: وفاقی حکومت نے بجٹ 15-2014 میں کھاد پر 14 بلین روپے زرتلافی دینے کا اعلان کیا تھا جس کا 50 فیصد صوبائی حکومتوں کو ادا کرنا تھا لیکن اب تک حکومت اور کھاد تیار کنندگان کے درمیان زرتلافی کا معاملہ تنازعہ بنا ہوا ہے۔ کھاد کمپنیاں قیمت مختص کرنے سے انکار کررہی ہیں۔ حکام کے مطابق صوبے 50 فیصد زرتلافی اس شرط پر دینے کو تیار ہیں کہ کمپنیاں کھاد کی بوری پر قیمت واضح طور پر چھاپیں تا کہ کسانوں سے کسی بھی مرحلے پر زائد قیمت وصول نہ کی جاسکے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 دسمبر، صفحہ 11)

29 دسمبر: ترناب فارم پر خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ کے پی کے پرویز خٹک نے اعلان کیا کہ کسانوں کو کھاد پر 50 فیصد زرتلافی دی جائے گی لیکن اس کے بدلے میں صوبے میں غذائی تحفظ کے حصول کو ممکن بنانے کے لیے کسان اپنی پیداوار کا 50 فیصد حکومت کو فروخت کریں گے۔ وزیر اعلیٰ نے محکمہ زراعت کو 17 نئے بلڈوزر بھی دیئے اور شمسی ٹیوب ویل اسکیم کا افتتاح کیا۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 7)

29 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق کسانوں کو تقریباً تمام بڑی فصلوں پر نقصان کا سامنا ہے۔ کپاس کی فی من لاگت 3,200 روپے ہے اور قیمت فروخت 2,500 روپے فی من، گنے کی فی من لاگت 194 روپے جبکہ قیمت فروخت 180 روپے فی من ہے۔ اسی طرح چاول کی قیمت بھی پچھلے سال کے مقابلے تقریباً 50 فیصد گر گئی تھی وفاقی حکومت کو کسانوں کو بحران سے بچانے کے لیے زرتلافی دینی پڑی تھی۔ کم ہوتی آمدنی اور مداخل کی بڑھتی ہوئی لاگت میں کسان جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار 2015 میں زرعی ترقی کے امکانات معدوم کرتے ہیں۔ (احمد فراز خان، ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

زرعی قرضے

25 ستمبر: بینکوں نے رواں مالی سال کے دوماہ (جولائی، اگست) میں 54.3 بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے جو گزشتہ سال اسی مدت کے مقابلے 32 فیصد زیادہ ہیں۔ بینکوں نے اب تک اپنے سالانہ ہدف کا 11 فیصد حاصل کرلیا ہے۔ (دی نیوز، 26 ستمبر، صفحہ 15)

III۔ غربت اور غذائی تحفظ

غربت

19 ستمبر: اقوام متحدہ کی ہیومن ڈیولپمنٹ رپورٹ 2014 کے مطابق 2013 کے ہیومن ڈیولپمنٹ انڈیکس میں پاکستان کا 187 ممالک میں 146 واں نمبر تھا جس میں اس سال کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 45.6 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ (دی نیوز، 20 ستمبر، صفحہ 2)

10 اکتوبر: عالمی بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کا شمار دنیا کے دس غربت زدہ ممالک میں ہوتا ہے جہاں 21.8 ملین افراد غربت کا شکار ہیں جبکہ ملک میں 16 فیصد خاندان عسکریت پسندی کی وجہ سے عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 اکتوبر، صفحہ 12)

13 نومبر: گیلپ سروے کے مطابق 43 فیصد غریب پاکستانی بدقسمتی کو اپنی غربت کی وجہ سمجھتے ہیں، جبکہ 15 فیصد سمجھتے ہیں ہیں کہ وہ زیادہ محنت نہیں کرتے، 44 فیصد کا خیال ہے کہ وہ غریب خاندانوں میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے وہ غریب ہیں، نو فیصد سمجھتے ہیں کہ وہ ملک سے باہر نہیں جاسکے اس لیے غریب رہ گئے، 11 فیصد کہتے ہیں کہ وہ ناجائز طریقے نہیں اپناتے اس لیے وہ غریب ہیں، 11 فیصد اس لیے غریب ہیں کیونکہ وہ ان پڑھ ہیں ایک فیصد کے مطابق دیگر عوامل ان کی غربت کی وجہ ہیں۔ (دی نیوز، 14 نومبر، صفحہ 3)

30 دسمبر: وزارت خزانہ کی جانب سے رواں مالی سال کے پہلے چار مہینوں پر جاری کردہ پاورٹی ریڈکشن اسٹریٹیجی پیپر (PRSP) کے مطابق وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے غربت میں کمی لانے پر پچھلے سال کے مقابلے میں 107.6 بلین روپے مزید خرچ کیے ہیں۔ اس سال پہلے چار مہینوں میں کل 347.3 بلین روپے غربت میں کمی کے مختلف منصوبوں پر خرچ کیے گئے۔ صرف بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے تحت نقد رقوم کی تقسیم میں 15 گنا اضافہ ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 دسمبر، صفحہ 10)

- بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام

27 ستمبر: بلوچستان اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی ہے جس میں وفاقی حکومت سے بلوچستان میں BISP (بی آئی ایس پی) کو تحصیل کی سطح پر متعارف کرانے کی درخواست کی گئی ہے۔ ارکان اسمبلی نے توجہ دلائی تھی کہ پروگرام سے فائدہ اٹھانے والوں کو رقم کے حصول کے لیے ضلعی ہیڈکوارٹر جانا پڑتا ہے انہیں تحصیل کی سطح پر ہی سہولیات فراہم کی جانی چاہیے۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 5)

4 اکتوبر: وفاقی حکومت نے بی آئی ایس پی کے لیے مختص رقم میں 7.3 بلین روپے کی کمی کردی ہے۔ یہ پروگرام 2000 میں شروع کیا گیا تھا اور اس پروگرام کے تحت 506,944 ضرورت مند خاندانوں کو ماہانہ 1,200 روپے وظیفہ ملتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 اکتوبر، صفحہ 12)

25 اکتوبر: بی آئی ایس پی رواں برس اپنے مقرر کردہ ہدف کے حصول میں کامیاب نہیں ہوا۔ بی آئی ایس پی کے اپنے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق جولائی اور اگست کے دوران 5 ملین سہولیات سے محروم خاندانوں میں 24.1 بلین روپے تقسیم کرنے تھے مگر صرف 20.7 ملین روپے 4.63 ملین خاندانوں میں تقسیم کیے گئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 اکتوبر، صفحہ 1)

31 اکتوبر: کوئٹہ میں چیئرمین بی آئی ایس پی انور بیگ نے وزیر اعلیٰ بلوچستان ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ

سے ملاقات کے دوران بتایا کہ بی آئی ایس پی کی وسیلہ روزگار، وسیلہ حق، وسیلہ صحت اور وسیلہ تعلیم اسکیموں سے ملک میں لاکھوں افراد فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بلوچستان کے نوشکی ضلع میں 1,650 بچوں کو وسیلہ تعلیم کے ذریعے 200 روپے ماہانہ دینے کی اسکیم شروع کی گئی ہے اور اس کے علاوہ بلوچستان کے نوجوانوں کو فنی مہارت فراہم کرنے کا بھی منصوبہ ہے تاکہ نوجوان خلیجی ممالک میں ملازمت کے مواقعوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 5)

7 نومبر: پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف مارکیٹ ایکانومی (PRIME) کے ایک سروے کے مطابق بی آئی ایس پی سے نقد امداد حاصل کرنے والے 95 فیصد گھرانے سمجھتے ہیں کہ ان کے اخراجات پورے کرنے میں یہ امداد مددگار نہیں جبکہ 50 فیصد کا کہنا ہے کہ امداد حاصل کرنے کے لیے انہیں پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ بی آئی ایس پی کے ذریعے نقد رقم کی تقسیم پچھلے آٹھ سالوں میں 15.8 بلین روپے سے 97 بلین ہوگئی ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 11)

15 دسمبر: حکومت بی آئی ایس پی کا نقد رقوم کی تقسیم کا مقرر کردہ ششماہی ہدف پورا نہیں کرسکی۔ پانچ ملین خاندانوں میں 48.6 بلین روپے کی تقسیم کے ہدف کے مقابلے میں جولائی تا دسمبر 4.7 ملین خاندانوں میں 42 بلین روپے تقسیم کیے گئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 دسمبر، صفحہ 11)

- پاکستان پاورٹی ایلیویشن فنڈ

25 نومبر: پاکستان پاورٹی ایلیویشن فنڈ (PPAF) کے سربراہ قاضی احمد کا کہنا ہے کہ پروگرام فار انکریزنگ سسٹین ایبل مائیکرو فنانس (PRISM) کے تحت ملک میں مختص کیے گئے 50 فیصد ہدف کے مقابلے قرض لینے والی عورتوں کی تعداد کا تناسب 73 فیصد تک بڑھ گیا ہے ان کے ادارے نے 137,751 عورتوں اور 45,488 مردوں کو قرض کے حصول کے لیے سہولیات فراہم کیں۔ (ڈان، 26 نومبر، صفحہ 11)

غذائی تحفظ

22 ستمبر: لاہور میں ''انٹرنیشنل کانفرنس آن پلانٹ سائنس'' میں ماہرین نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر حکومت نے سیلاب سے بچاؤ پر توجہ نہیں کی تو ملک میں غذائی عدم تحفظ بڑھ سکتا ہے۔ حکومت کو قدرتی آفات سے بچنے کے لیے جامع منصوبہ بندی میں سائنسدانوں اور علمی ماہرین کو شامل کرنا چاہیے۔ اس موقع پر گلاسکو یونیورسٹی انگلینڈ کی نامور ماہر برائے سمندری حیات ڈاکٹر الزہرا نے کہا کہ ٹیکنالوجی کی اس دنیا میں خوراک ایک بڑا مسئلہ بننے جا رہا ہے۔ (ڈان، 23 ستمبر، صفحہ 2)

27 ستمبر: PCJCCI (پی سی جے سی سی آئی) کے صدر شاہ فیصل آفریدی نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ پاکستان میں ممکنہ غذائی بحران کو روکنے کے لیے چین کا مثالی ماحول دوست زرعی نظام (ایکو فارمنگ) کو اپنانے کے لیے اقدامات کرے۔ اس طریقہ زراعت میں ہائبرڈ بیج کا استعمال، پانی کی بہتر فراہمی اور نجی شعبے کی شراکت سے مستقبل میں ہونے والے غذائی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ (دی نیوز، 28 ستمبر، صفحہ 17)

22 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق پاکستان کی نصف آبادی خوراک کی عدم دستیابی کا شکار ہے۔ ملک کے 54 اضلاع ضروری خوراک سے محروم ہیں جو کل آبادی کا 48.6 فیصد ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 اکتوبر، صفحہ 2)

27 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق غذائی تحفظ کے تین اہم ستون ہیں: خوراک کی دستیابی، خوراک تک سماجی و اقتصادی رسائی اور خوراک کا استعمال۔ سسٹین ایبل ڈیولپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ (SDPI) کے تحت سال 2013 میں ہونے والے سروے کے مطابق پاکستان میں گندم، مکئی اور چاول کی پیداوار میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے۔ اس کے باوجود خوراک کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے غریب گھرانے

متاثر ہورہے ہیں۔ (عابد قیوم سلیری، دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 اکتوبر، صفحہ 6)

5 نومبر: ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق غذائی اشیاء اور توانائی کے اخراجات میں کمی کی وجہ سے پاکستان کنزیومر پرائس انڈیکس (CPI) پچھلے 17 مہینوں میں سب سے کم سطح پر پہنچ گئی ہے۔ اکتوبر 2014 میں یہ 5.82 فیصد، ستمبر میں 7.68 فیصد اور اکتوبر 2013 میں 9.08 فیصد تھی۔ (دی نیوز، 6 نومبر، صفحہ 15)

7 نومبر: ایک خبر کے مطابق حکومت کی طرف سے تیل کی قیمتوں میں کمی کے بعد، آمد و رفت کے اخراجات میں کمی ہوئی ہے اور عالمی منڈی میں غذائی اجزاء کی قیمتیں بھی کم ہوئی ہیں جس کے بعد گھی اور خوردنی تیل بنانے والوں نے قیمتوں میں تین روپے فی کلوگرام کمی کردی ہے۔ (دی نیوز، 8 نومبر، صفحہ 15)

10 نومبر: ایک مضمون میں اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام (WFP) اور FAO (ایف اے او) کی طرف سے غذائی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے پر کی گئی تحقیق (جو پانچ ملکوں کے جائزے پر محیط ہے) میں پاکستان کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور کم ہوتی ہوئی آمدنی کی وجہ سے فی کس گندم کا استعمال کم ہورہا ہے۔ (امین احمد، ڈان، 10 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

IV۔ غذائی اور نقدآور فصلیں

غذائی فصلیں

- گندم

پیداوار:

15 ستمبر: سالانہ ویٹ پلاننگ اینڈ پروڈکٹوٹی انہانسمنٹ پروگرام (WPEP) پر دو روزہ جائزہ اجلاس میں PARC (پارک) کے چیئرمین ڈاکٹر افتخار نے کہا ہے کہ ملک میں زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے

کسانوں کو بھی تکنیکی منصوبہ بندی، تحقیق اور معلومات کے تبادلے کے لیے مدعو کرنا چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ 11)

14 اکتوبر: حکومت نے سال 2014-15 کے لیے 26 ملین ٹن گندم کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا ہے۔ وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات بوسن نے کہا ہے کہ پچھلے ماہ آنے والے سیلاب نے زمین کی زرخیزی میں اضافہ کیا ہے جو گندم کی پیداوار بڑھائے گی۔ (ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 10)

24 اکتوبر: محکمہ خوراک پنجاب کے حکام کا کہنا ہے کہ حکومت نے پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) پر آٹا ملوں میں ذخیرہ کی گئی گندم کے معیار کی جانچ پڑتال اور انھیں لائسنس جاری کرنے پر پابندی لگادی ہے۔ حکومت نے PFA (پی ایف اے) ایکٹ 2011 کے تحت یہ اتھارٹی قائم کی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 اکتوبر، صفحہ 5)

امدادی قیمت:

16 ستمبر: وزیراعلی سندھ قائم علی شاہ نے رواں مالی سال کے لیے گندم کی قیمت 3,450 روپے فی 100 کلوگرام برقرار رکھنے کی منظوری دے دی ہے۔ وزیراعلی ہاؤس میں اجلاس کے دوران قائم علی شاہ نے کہا کہ گندم کی پرانی قیمت کا برقرار رہنا عوامی مفاد میں ہے۔ یہ آٹے کی قیمت مستحکم رکھنے میں مددگار ہوگا۔ قیمت میں استحکام رکھنے کے لیے حکومت کو گندم پر دی جانے والی زرتلافی تین بلین سے 4.7 بلین روپے تک بڑھانی پڑے گی۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 19)

17 ستمبر: پاکستان ایگریکلچرل اسٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن (PASSCO) نے محکمہ خوراک کے پی کے سے کہا ہے کہ وہ گندم کی خریداری کی مد میں PASCCO (پاسکو) کو واجب الادا رقم 649.685 ملین روپے بمعہ سود ادا کرے۔ کے پی کے میں گندم کی پیداوار چار ملین ٹن طلب کے مقابلے ایک ملین ٹن

سالانہ ہے۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 7)

31 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق کسان حلقوں نے حکومت سے گندم کی امدادی قیمت کے جلد اعلان اور اس میں خاطر خواہ اضافے کا مطالبہ کردیا ہے۔ کسان بورڈ پاکستان (KBP) کے حاجی رمضان نے کہا کہ مہنگائی اور مداخل کی قیمتوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اگر گندم کی امدادی قیمت 1,500 فی 40 کلوگرام سے کم رکھی گئی تو کسانوں کو آنے والی گندم کی فصل سے کوئی بچت نہیں ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 نومبر، صفحہ 11)

1 نومبر: وفاقی حکومت نے گندم کی امدادی قیمت میں 8.4 فیصد (100 روپے) اضافہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ قیمت اگلی فصل کے لیے 1,300 روپے فی 40 کلوگرام مقرر کی گئی ہے۔ یہ فیصلہ وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت میں لیا ہے۔ 18 ویں ترمیم کے بعد یہ فیصلہ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں صوبوں کی مشاورت سے کیا جاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 نومبر، صفحہ 10)

2 نومبر: ایک بیان میں پیپلز پارٹی سینٹرل پنجاب کے صدر میاں منظور احمد وٹو نے اس سال گندم کی امدادی قیمت 1,300 روپے فی 40 کلوگرام کو رد کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ قیمت 1,500 روپے فی 40 کلوگرام مقرر کی جانی چاہیے کیونکہ مداخل کی قیمتیں علاقائی ممالک کے مقابلے پاکستان میں سب سے زیادہ ہیں۔ (دی نیوز، 3 نومبر، صفحہ 5)

10 نومبر: ایک مضمون میں کہا گیا ہے کہ گندم کی امدادی قیمت کو پیداواری لاگت میں اضافے سے جوڑا جائے یا پھر مہنگائی سے۔ گزشتہ سالوں روپے کی قدر میں کمی جنرل سیلز ٹیکس (GST) میں اضافہ، توانائی کے بحران اور گیس کی کمی نے زراعت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ روپے کی قدر میں کمی نے تمام درآمد کی جانے والی اشیاء جس میں کھاد، زرعی ادویات، مشینری اور ہائی بریڈ بیج شامل ہیں، کو مہنگا کردیا ہے۔ گیس

کی کمی نے کھاد کی کمی پیدا کر کے قیمتوں کو دگنا کردیا ہے۔ ڈیزل سے چلنے والے ٹیوب ویل نے پانی کو مہنگا کردیا ہے جبکہ GST (جی ایس ٹی) کی وجہ سے تمام مداخل کی قیمتوں میں 25 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 10 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

15 دسمبر: سندھ حکومت نے اپنی ہی مقرر کردہ گندم کی قیمت 3,450 روپے کے بجائے 3,250 روپے فی 100 کلوگرام پر 300,000 ٹن گندم فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلی ہاؤس میں ہونے والے اجلاس میں حکومت نے علیحدہ سے 1.5 ملین ٹن گندم برآمد کرنے کی بھی منظوری دے دی۔ (دی نیوز، 16 دسمبر، صفحہ 13)

گندم کا ذخیرہ / پیکنگ:

6 اکتوبر: محکمہ خوراک سندھ کے مطابق تقریباً ایک درجن کمپنیوں نے پبلک پرائیوٹ پارٹنر شپ کے تحت سندھ میں گندم ذخیرہ کرنے کے لیے جدید گودام (Silos) کی تعمیر میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے جنہیں اس سال کے آخر تک نیلامی کے بعد ٹھیکہ پر دے دیا جائے گا۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 6 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

9 نومبر: ایک خط کے ذریعے پاکستان میں پلاسٹک کے تھیلے بنانے والوں کی ایسوسی ایشن نے وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو مشورہ دیا ہے کہ آٹے کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اسے صحیح طریقے سے پیک کرنے کی ضرورت ہے۔ ملوں سے نکلنے والا آٹا یا تو 80 سے 100 کلوگرام کی پٹ سن کی بوریوں میں یا 20 کلو کے کپڑے یا پلاسٹک کے تھیلوں میں پیک کیا جاتا ہے۔ پلاسٹک (پولی پروپائلین) کی بوریاں بنانے والوں نے مشورہ دیا ہے کہ 300,000 ٹن آٹا ضائع ہونے سے بچ سکتا ہے اگر اس کو معیاری بوریوں میں پیک کیا جائے۔ (ڈان، 10 نومبر، صفحہ 4)

28 نومبر: پاکستان جوٹ ملز ایسوسی ایشن (PJMA) نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ حکومت غذائی اشیاء کو ذخیرہ کرنے کے لیے پٹ سن کی بوریوں کو لازم قرار دے جس میں اناج خراب نہیں ہوتا اس کے برعکس پلاسٹک کی بوریوں میں اناج جلد خراب ہوجاتا ہے اور اس سے ماحولیاتی آلودگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 10)

آٹا:

11 ستمبر: یوٹیلٹی اسٹورز کارپوریشن آف پاکستان (USC) نے گزشتہ ماہ چینی کی قیمت میں اضافے کے بعد اب 20 کلوگرام آٹے کے تھیلے کی قیمت میں 40 روپے اضافہ کردیا ہے۔ یوٹیلٹی اسٹورز پر اب 20 کلوگرام تھیلے کے نرخ 790 روپے ہوگئے ہیں۔ (دی نیوز، 12 ستمبر، صفحہ 5)

20 دسمبر: سندھ حکومت کی جانب سے رواں ماہ سرکاری طور پر گندم کی قیمت کم ہونے کے باوجود خوردہ فروشوں نے اب تک آٹے کی قیمت کم نہیں کی۔ (ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 10)

- چاول

امدادی قیمت:

3 اکتوبر: سندھ کے چاول کے کاشتکاروں کا کہنا ہے کہ فیڈرل پرائس کمیشن (FPC) اور حکومت سندھ کی جانب سے اب تک چاول کی امدادی قیمت مقرر نہ کرنے کی وجہ سے انھیں نقصان کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ چاول منڈی تک پہنچ چکا ہے مگر اب تک قیمتیں مقرر نہیں کی گئی ہیں۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 19)

7 نومبر: باسمتی گرو ورز ایسوسی ایشن (BGA) کے صدر حامد ملہی نے لاہور میں کہا ہے کہ دھان کی کٹائی کچھ دنوں پہلے شروع ہوگئی ہے لیکن منڈی میں باسمتی چاول کی قیمت 1,400 سے 1,500 روپے فی 40 کلو ہے جو پچھلے سال 2,000 سے 2,200 روپے فی 40 کلو تھی۔ پچھلے سال کا اضافی ذخیرہ اس سال

دھان کی کم قیمت کی وجہ ہوسکتا ہے لیکن یہ کم قیمت کسانوں کے لیے بڑے نقصان کا باعث ہے جس کے لیے حکومت کچھ نہیں کررہی ہے۔ قیمتیں گرانے کے لیے تاخیر سے خریداری شروع کرنے والے خریداروں کے خلاف حکومت کو سخت اقدامات کرنے چاہیں۔ (دی نیوز، 8 نومبر، صفحہ 17)

13 نومبر: ایک خبر کے مطابق حکومت کی طرف سے امدادی قیمت مقرر نہ کرنے کی وجہ سے کاشتکار دھان کی تیزی سے کم ہوتی ہوئی قیمتوں سے پریشان ہیں۔ سندھ اور بلوچستان میں 2.2 ملین ایکڑ پر دھان کی مختلف اقسام کاشت ہوتی ہیں لیکن شاندار فصل کے باوجود کسانوں کو نقصان کا سامنا ہے۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 19)

14 نومبر: پاکستان کسان اتحاد کے صدر چودھری انور نے اخبار نویسوں سے ملتان میں بات چیت کے دوران کہا ہے کہ سپر باسمتی چاول کی امدادی قیمت 2,200 روپے فی من کے بجائے 1,400 روپے فی من مختص کرکے حکومت نے چھوٹے کسانوں کو ان کی محنت کی کمائی سے محروم کردیا ہے۔ (دی نیوز، 15 نومبر، صفحہ 3)

16 دسمبر: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات بوسن نے یونیورسٹی آف ویٹنری اینڈ اینمل سائنسز (UVAS) میں ہونے والی چھٹی سالانہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت نے چاول کے کاشتکاروں کو براہ راست 5,000 روپے فی ایکڑ زرتلافی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 دسمبر، صفحہ 11)

پیداوار:

11 ستمبر: ڈپٹی فوڈ سکیورٹی کمشنر امتیاز علی گوپانگ کے مطابق حالیہ سیلاب سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں چاول، گنا اور کپاس کی فصلیں متاثر ہوئی ہیں اس کے باوجود ملک میں غذائی قلت کا کوئی خدشہ نہیں

ہے۔ ملکی ضروریات کے لیے وافر مقدار میں ذخیرہ موجود ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 12 ستمبر، صفحہ 3)

- گنا

پیداوار:

1 ستمبر: حکومت سندھ نے رواں سال گنے کی بوائی کا ہدف جو پچھلے تین سال سے 247,000 ہیکٹر تھا، 272,000 ہیکٹر کردیا ہے جو بظاہر گھوٹکی میں کپاس کے مقابلے میں گنا اگانے کے جاری رجحان کی وجہ سے پورا ہوتا نظر آرہا ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 1 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

امدادی قیمت:

26 نومبر: چینی اور گنے کی قیمت کے حوالے سے شوگر ملوں کی طرف سے دائر مقدمے کی سماعت کے دوران اٹارنی جنرل نے کہا ہے کہ قومی شوگر پالیسی 10-2009 کے مطابق چینی کی قیمت اب وفاق مقرر نہیں کرتا۔ اب قیمت کا تعین منڈی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 نومبر، صفحہ 11)

22 دسمبر: گنے کی کرشنگ کا موسم ختم ہونے کو ہے اور سندھ میں کسانوں کو ملوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جنھوں نے حکومت کے مقرر کردہ نرخ 182 روپے فی من پر گنا خریدنے سے انکار کردیا ہے۔ سندھ کی 37 شوگر ملوں میں سے 29 نے دو مہینے کی تاخیر سے گنے کی کرشنگ کا آغاز کردیا ہے۔ کسانوں میں شدید مایوسی پائی جاتی ہے جن کا کہنا ہے کہ شوگر ملز ایسوسی ایشن کسانوں کو ان کے حق سے محروم کررہی ہے۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 19)

30 دسمبر: سندھ ہائی کورٹ کے دو رکنی ڈویژن بینچ جس میں چیف جسٹس مقبول باقر اور جسٹس شاہنواز طارق شامل تھے نے چینی کے مل مالکان کی درخواست جس میں حکومت کے چینی اور گنے کی قیمت کے تعین کے اختیارات کو چیلینج کیا گیا تھا، رد کردیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 دسمبر، صفحہ 11)

چینی:

31 اگست: USC (یو ایس سی) نے موجودہ سیاسی صورتحال کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے خاموشی سے چینی کی قیمت 47 روپے سے 60 روپے کرکے 13 روپے فی کلو اضافہ کردیا ہے۔ حکام کے مطابق قیمت میں اضافے کا نوٹیفکشن جاری کردیا گیا ہے۔ (دی نیوز، 1 ستمبر، صفحہ 5)

5 نومبر: شوگر مل مالکان نے شوگر فیکٹریز کنٹرول ایکٹ 1950 سیکشن 16 کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کردیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ گنے کی قیمت مقرر کرنے کے سرکاری نوٹیفیکیشن کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 نومبر، صفحہ 14)

7 نومبر: رمضان پیکیج کی چینی اور پرانا ذخیرہ ختم ہونے کے بعد یوٹیلیٹی اسٹورز کو حکومت کی طرف سے چینی پر زرتلافی نہیں مل رہی۔ کارپوریشن کے جاری کردہ ٹینڈرز میں منڈی سے بھی زیادہ قیمت طلب کی جارہی ہے یعنی منڈی کی قیمت 56 روپے فی کلو کے بجائے 62 سے 65 روپے فی کلو طلب کی جارہی ہے یو ایس سی کے مینجنگ ڈائریکٹر خاقان مرتضٰی نے پبلک پروکیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی (PPRA) کے قوانین کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ملوں کو وصولی سے پہلے بہت سے لوازمات پورے کرنے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ (دی نیوز، 8 نومبر، صفحہ 15)

13 نومبر: شوگر ملوں کا کہنا ہے کہ گنے کی کرشنگ میں تاخیر ہوسکتی ہے کیونکہ پچھلے سیزن کا اضافی ذخیرہ ابھی تک موجود ہے۔ حکومت نے اس ذخیرے کو برآمد کرنے کے لیے ابھی تک ٹیکسوں میں چھوٹ نہیں دی ہے۔ اگر حکومت ایسا نہیں کرتی تو اسے گنے کی قیمت 150 روپے فی 40 کلوگرام مقرر کرنی ہوگی۔ ملوں کو شوگر ایکٹ 1950 کے تحت نومبر کے چوتھے ہفتے میں کرشنگ شروع کرنی ہوتی ہے۔ (دی نیوز، 14 نومبر، صفحہ 15)

28 نومبر: سندھ ہائی کورٹ نے چیف سیکرٹری سندھ کو ہدایت جاری کی ہے کہ چینی کی قیمت متعین کرنے کے لیے ایک اجلاس طلب کیا جائے جس میں شوگر ملوں کے نمائندے اور کاشتکار بھی شریک ہوں۔ (ڈان، 29 نومبر، صفحہ 19)

- اسٹیویا

19 ستمبر: زرعی ماہرین نے کامیابی سے پنجاب کے 12 اضلاع میں اسٹیویا کی آزمائشی کاشت کرلی ہے۔ اسٹیویا (Stevia) پروجیکٹ ڈائریکٹر محمد اکرم نے فاریسٹ ٹریننگ اسکول مری میں اسٹیویا کسان میلے کے موقع پر کہا ہے کہ ادارہ اب اسٹیویا کی تجارتی پیداوار کے لیے منصوبہ بندی کررہا ہے۔ اسٹیویا چینی کا ایک مکمل اور قدرتی متبادل ہے جو چینی سے 15 گنا میٹھا ہے۔ پاکستان کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (PCSIR) کے مطابق اس میں دوسری غذائیت کے ساتھ ساتھ 30 فیصد لحمیات اور 53 فیصد نشاستہ بھی پایا گیا ہے۔ زرعی ماہرین نے وضاحت کی کہ کسان اسٹیویا کی تجارتی طور پر کاشت کرکے 470,000 روپے فی ایکڑ سالانہ کما سکتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 ستمبر، صفحہ 10)

- پھل سبزی

23 ستمبر: پنجاب کے اکثر علاقوں میں سیلاب سے کھڑی فصلیں ڈوب جانے سے تقریباً تمام سبزیوں کی قیمتیں گزشتہ ایک ہفتے میں 100 فیصد بڑھ گئی ہیں۔ سبزی منڈی کراچی کے تھوک فروشوں کے مطابق جب سے پنجاب نے سندھ اور بلوچستان سے سبزیاں خریدنی شروع کیں ہیں، سبزیوں کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ (دی نیوز، 24 ستمبر، صفحہ 15)

ادرک:

24 نومبر: کراچی میں روزانہ 52 ٹن ادرک استعمال ہوتی ہے۔ کمشنر کراچی کی طرف سے جاری کردہ نرخ نامے کے مطابق ادرک کی قیمت 153 روپے فی کلو ہے مگر شہر میں ادرک کی قیمت 300 روپے فی

کلو تک جا پہنچی ہے۔ (ڈان، 25 نومبر، صفحہ 10)

آلو:

9 اکتوبر: چترال کے گاؤں گرم چشمہ میں اس سال وافر آلو کی پیداوار ہوئی ہے۔ چند سال قبل ایک این جی او نے یہاں کے کاشتکاروں کو آلو کی کاشت کی طرف راغب کیا تھا۔ اس سے پہلے اس گاؤں میں گندم اور جو کاشت کی جاتی تھی۔ (ڈان، 10 اکتوبر، صفحہ 7)

آم:

10 ستمبر: زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے سائنسدانوں نے آم کی پیداوار بڑھانے کے لیے بیماریوں سے محفوظ دس نئی مقامی اقسام دریافت کیں ہیں۔ یونیورسٹی کے چانسلر اور پروجیکٹ مینجر ڈاکٹر اقرار احمد خان نے بتایا کہ سائنسدانوں نے ملک کے چار مختلف علاقوں سے آم کے 471 جینیاتی مواد (germplasm) کا مشاہدہ کر کے 10 اقسام کو کاشت کے لیے منتخب کیا ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان آم کی اقسام کے حوالے سے مالا مال ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 ستمبر، صفحہ 11)

زیتون:

31 اکتوبر: پارک نے اسلام آباد میں زیتون کے تیل کی تشہیر کے حوالے سے دو کمپنیوں کے ساتھ معاہدے کیے ہیں جو ملک میں زیتون کی کاشت اور اس کے تیل کے استعمال اور اشیاء کی قدر میں اضافے کے فروغ کے لیے کام کریں گی۔ یہ معاہدے زیتون کو فروغ دینے کے منصوبے کا حصہ ہیں۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ 11)

نقدآور فصلیں

- کپاس

امدادی قیمت:

1 ستمبر: سندھ میں کپاس کی کاشت کا رجحان تیزی سے ختم ہورہا ہے جس کی وجہ کپاس کی کم قیمت اور پانی کی مسلسل قلت ہے۔ سندھ آبادگار بورڈ کے صدر محمد انور شاہ کے مطابق ہمیں پھٹی کی فی من صرف 2,500 سے 2,600 روپے قیمت ملتی ہے اور مون سون کا خوف بھی رہتا ہے۔ محکمہ زراعت سندھ نے کپاس کی فی من امدادی قیمت 3,200 روپے کرنے پر اتفاق کیا ہے لیکن ابھی تک اس کا نوٹیفکشن جاری نہیں کیا گیا ہے۔ (ڈان، 2 ستمبر، صفحہ19)

4 اکتوبر: کپڑے کی صنعت نے پھٹی کی امدادی قیمت مسترد کردی ہے۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے رواں ہفتے اس سال کے لیے پھٹی کی امدادی قیمت 3,000 روپے فی من مقرر کرنے کا اعلان کیا تھا۔ (دی نیوز، 5 اکتوبر، صفحہ15)

پیداوار:

3 ستمبر: پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) کے مطابق پاکستان میں کپاس کی پیداوار رواں سیزن کے پہلے تین ماہ میں 2.11 فیصد بڑھ گئی ہے۔ PCGA (پی سی جی اے) امید کررہی ہے کہ پورے سیزن میں کپاس کی پیداوار پچھلے سال 13.4 ملین گانٹھوں کے مقابلے 14 ملین گانٹھیں ہوگی (155 کلوگرام فی گانٹھ)۔ پیداوار میں اضافے کی وجہ موافق موسمی حالات اور جون، جولائی میں ہوئی کافی بارشیں بتائی جارہی ہیں۔ (دی نیوز، 4 ستمبر، صفحہ15)

3 ستمبر: انٹرنیشنل کاٹن ایڈوائزری کمیٹی (ICAC) کے مطابق کپاس کی عالمی پیداوار میں چار لاکھ ٹن کمی کے باوجود کپاس کے اضافی ذخائر 2014-15 میں 1.7 ملین ٹن ہونگے جبکہ پاکستان میں کپاس کی

پیداوار 700 کلوگرام فی ہیکٹر سے 2.2 ملین ٹن پر قائم رہے گی۔ (دی نیوز، 4 ستمبر، صفحہ 17)

3 اکتوبر: کاٹن کروپ اسسمنٹ کمیٹی (CCAC) نے ملک میں کپاس کی پیداوار کا اندازہ لگانے اور سیلاب کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ لینے کے لیے اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس سال سیلاب کی وجہ سے 200,000 سے 300,000 ایکڑ پر کھڑی فصلیں خراب ہوگئی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اکتوبر، صفحہ 11)

16 اکتوبر: CCAC (سی سی اے سی) نے کہا ہے کہ حالیہ برس سیلاب کی وجہ سے پاکستان مقررہ کپاس کا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس سال کپاس کا تعین شدہ ہدف 15.1 ملین گانٹھیں تھا مگر اب 13.5395 ملین گانٹھوں کی توقع ہے۔ پنجاب میں 9.5380 ملین گانٹھیں، سندھ 3.6 ملین گانٹھیں، کے پی کے 0.0015 ملین گانٹھیں اور بلوچستان میں 0.4 ملین گانٹھوں کی پیداوار ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اکتوبر، صفحہ 19)

10 نومبر: ایک مضمون کے مطابق ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) نے اب تک کپاس جننگ فیکٹریوں سے اٹھانا شروع نہیں کی ہے جبکہ سندھ میں کپاس کی چنائی اپنے اختتام پر ہے۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی نے کپاس کی قیمتوں میں استحکام لانے کے لیے ایک مہینے پہلے اعلان کیا تھا کہ ایک ملین گانٹھیں جنرز سے خریدی جائیں گی اور پھٹی کی امدادی قیمت 3,000 روپے فی من ہوگی۔ (محمد حسین خان، 10 نومبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

18 نومبر: ICAC (آئی سی اے سی) کا کہنا ہے کہ بڑے پیمانے پر کپاس پیدا کرنے والے ممالک کاشتکاروں کی سہولت کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔ چین نے سال 2014 کے دوران نو صوبوں میں فی ٹن 2,000 ین (yen) زرتلافی فراہم کی جبکہ بھارت نے اپنے کاشتکاروں کو کم از کم امدادی قیمت

فراہم کی جو پہلے نہیں دے رہا تھا۔ پاکستان نے ماہ اکتوبر میں کپاس کی امدادی قیمت 3,000 روپے فی من کا اعلان کیا تھا اور TCP (ٹی سی پی) جو 2006 سے کپاس نہیں خرید رہا تھا، تقریباً ایک ملین کپاس کی گانٹھیں خریدے گا۔ (دی نیوز، 19 نومبر، صفحہ 17)

21 نومبر: آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن (APTMA) اور بیٹر کاٹن انیشی ایٹیو (BCI) نے پاکستان میں کپاس کی پائیدار پیداوار کے لیے مفاہمت کی یاداشت پر دستخط کیے ہیں۔ اس موقع پر بات کرتے ہوئے ایسوسی ایشن کے صدر ایس ایم تنویر نے کہا کہ پاکستان میں بہتر کپاس کی پیداوار بڑھ گئی ہے۔ سال 2013 میں کپاس کی پیداوار 163,000 میٹرک ٹن تھی جو 2014 میں بڑھ کر 293,000 میٹرک ٹن ہوگئی ہے۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 11)

22 دسمبر: وزارت ٹیکسٹائل اور صنعت کی طرف سے صاف کپاس منصوبے کے تحت کاٹن اسٹینڈرڈائزیشن فیس (CSF) جننگ کے مرحلے پر پانچ روپے فی گانٹھ عائد کی گئی تھی، جسے ایک سیزن کے لیے معطل کردیا گیا تھا اس فیس کو اب 20 روپے فی گانٹھ تک بڑھانے کا منصوبہ ہے۔ پی سی جی اے کے سابق چیئرمین مہیش کمار کا کہنا ہے کہ اگر جنرز پانچ روپے فی گانٹھ فیس ادا کرینگے تو وہ اسے پھٹی کی قیمت خرید میں جوڑیں گے اور مل کے بجائے کسان کو منتقل کردیں گے۔ مل مالکان کپاس کا معیار اور قیمت بڑھانا نہیں چاہتے۔ (محمد حسین خان، 22 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- تمباکو

15 اکتوبر: ماسکو میں عالمی ادارہ صحت کی منعقد کردہ چھٹی کانفرنس آف پارٹیز (COP) میں تمباکو پر بھاری محصول عائد کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ نیٹ ورک فار کنزیومر پروٹیکشن پاکستان کے سربراہ ندیم اقبال نے کے پی کے میں تمباکو کی حوصلہ شکنی کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ صوابی، نوشہرہ اور مردان میں کسان زیادہ آمدنی کے لالچ میں گندم کے بجائے تمباکو کاشت کرتے ہیں۔ (دی نیوز، 16 اکتوبر، صفحہ 15)

V۔ تجارت

10 نومبر: ایک مضمون کے مطابق ساؤتھ ایشین ایسوسی ایشن فار ریجنل کوآپریشن (SAARC) کے رکن ممالک نے طے کیا ہے کہ وہ خطے میں گڈ ایگریکلچرل پریکٹسیس (GAP) کو رائج کریں گے۔ ڈائریکٹر جنرل ڈیپارٹمنٹ آف پلانٹ پروٹیکشن (DPP) ڈاکٹر مبارک احمد نے کہا ہے کہ رکن ممالک کو امید ہے کہ معیار پر دستخط ہوجائیں گے جو دسمبر 2014 سے نافذ ہوں گے جن کو سارک گیپ (SAARC GAP) کہا جائے گا۔ (فرحان ظہیر، دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 نومبر، صفحہ 10)

برآمدات

15 ستمبر: روس کی طرف سے یورپ اور شمالی امریکہ سے غذائی اشیاء کی درآمد پر پابندی کے بعد پاکستانی تاجروں نے اپنی توجہ روسی منڈی کی جانب مرکوز کر دی ہے۔ 20 پاکستانی کمپنیوں کا نمائندہ وفد روس میں تین روزہ خوراک کی عالمی نمائش میں شرکت کے لیے روانہ ہوگیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ 10)

18 نومبر: وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے ایک سیمنار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں پودوں اور مویشیوں میں مختلف بیماریوں کی وجہ سے برآمدات میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ پاکستان اب تک برآمدی صلاحیت کو بڑھانے میں ناکام رہا ہے جس کی ایک وجہ جدید ٹیکنالوجی تک رسائی کا فقدان ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 نومبر، صفحہ 11)

29 دسمبر: روس کی غذائی مصنوعات کی درآمدات 2013 میں 39 بلین ڈالرز تھیں جس میں سے کچھ شعبہ جات کی مغرب سے تجارت پر پابندی سے 23.5 بلین ڈالرز کی درآمدات متاثر ہوئی ہیں۔ اس وقت پاکستان کی روس کے ساتھ تجارت 550 ملین ڈالرز ہے جو کئی گنا بڑھ سکتی ہے۔ پاکستانی آلو اور رس دار پھل پہلے سے ہی روس برآمد کیے جارہے ہیں۔ ستمبر میں آل پاکستان فروٹ اینڈ ویجٹیبل ایکسپورٹرز،

امپورٹرز اینڈ مرچنٹز ایسوسی ایشن (PFVA) کے بیس رکنی وفد نے وحید احمد کی قیادت میں روس کا دورہ کیا تھا۔ وفد کا کہنا ہے کہ روسی حکام نے دوطرفہ تجارت پر دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور روس پاکستان کو ترجیحی بنیادوں پر درآمدات میں حصہ دینا چاہتا ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان،29 دسمبر،صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

● چاول

6 نومبر: دی فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) نے رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) کومشورہ دیا ہے کہ وہ حکومت کو قائل کرے کہ وہ چاول برآمد کرنے والوں کو ان شعبوں کی فہرست میں شامل کرے جن کی اشیاء پر کوئی برآمدی ٹیکس عائدنہیں ہوتا۔ (دی نیوز، 7 نومبر،صفحہ15)

8 نومبر: FPCCI (ایف پی سی سی آئی) کے صدر زکریا عثمان نے لاہور میں کہا ہے کہ عالمی منڈی میں سخت مقابلے کی وجہ سے چاول کی برآمدات کم ہورہی ہیں۔ بھارت کی طرف سے چاول کے برآمد کنندگان کو زرتلافی دی جاتی ہے جس کی وجہ سے پاکستانی چاول کی برآمدات متاثر ہورہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کے رکن کی حیثیت سے پاکستان ہمیشہ آزادتجارت کی حمایت کرتا ہے۔ زکریا عثمان نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ بھارت کی طرف سے WTO (ڈبلیو ٹی او) سے زرتلافی کے مطالبے کی مخالفت کرے۔ پچھلے تین مہینوں (جولائی تا ستمبر) میں چاول کی برآمدات کا حجم 365 ملین ڈالرز ہوگیا ہے۔ (دی نیوز، 9 نومبر،صفحہ 17)

24 نومبر: ایرانین رائس امپورٹرز ایسوسی ایشن (IRIA) کا ایک وفد پاکستان کے دورے پر آیا ہوا ہے۔ 19 افراد پر مشتمل یہ وفد پاکستان اور ایران کے درمیان باہمی تجارت کے حوالے سے پاکستان میں چاول کی فیکٹریوں، کھیتوں اور لیبارٹریوں کا دورہ کریگا۔ ایران چاول کا سب سے بڑا درآمد کنندہ ملک بن گیا ہے اور سالانہ 2.5 بلین ڈالرز مالیت کا چاول درآمد کرتا ہے۔ (دی نیوز،25 نومبر،صفحہ17)

31 نومبر: اقوام متحدہ کے ادارے ایف اے او کی سیلاب کے بعد کی صورت حال پر جاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کچھ ''سخت مقامی نقصانات'' کے باوجود 2015 میں چاول کی برآمدات 3.5 ملین ٹن متوقع ہیں جو گزشتہ سال سے چھ فیصد زیادہ ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دھان کی پیداوار 2014 میں 10.1 ملین ٹن ہوئی تھی جو 2013 سے صرف ایک فیصد کم ہے اور پچھلے پانچ سالوں کی اوسطً پیداوار سے 11 فیصد زیادہ ہے۔ (ڈان، 1 دسمبر، صفحہ 5)

22 دسمبر: REAP (ریپ) نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت کا چاول کی خریداری جیسے معاملات میں مداخلت کرنا نجی شعبے کے لیے نقصان دہ ہوگا جس نے اربوں روپے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر پر خرچ کیے ہیں۔ حکومتی مداخلت کی صورت میں ہم زرمبادلہ کے بڑے ذخائر سے محروم ہو جائیں گے اور اپنی ساکھ سے بھی جو چاول کے برآمدکنندگان نے سخت محنت سے حاصل کی ہے۔ چیئرمین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ نجی شعبے کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے آزادانہ ماحول فراہم کیا جائے تاکہ معیشت بہتر ہو۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- چینی

3 نومبر: کراچی میں اسکندر خان، چیئرمین پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA) نے کہا ہے کہ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے ملوں کی طرف سے 1.5 ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی درخواست پر غور کرنے پر رضا مندی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ شوگر مل مالکان نے برآمد پر زرتلافی بھی طلب کی ہے۔ (دی نیوز، 4 نومبر، صفحہ 15)

6 نومبر: پاکستان میں شوگر مل مالکان نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ 1.5 ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے۔ ملوں نے شاندار فصل کے باوجود کرشنگ ابھی تک شروع نہیں کی ہے کیونکہ پچھلی فصل سے حاصل کردہ اضافی ذخائر اب بھی موجود ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 نومبر، صفحہ 11)

12 نومبر: کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 500,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے اور چینی کی درآمد پر 20 فیصد محصول عائد کردیا ہے۔ (ڈان،13 نومبر،صفحہ10)

15 دسمبر: SBP (ایس بی پی) نے شوگر ملوں سے کہا ہے کہ وہ برآمدی کوٹے کے حصول کے لیے درخواستیں جمع کرائیں۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی طرف سے ملوں کوچینی کی برآمد کی اجازت کے بعد ملوں کوچینی کی برآمد میں کوٹہ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر دیا جائے گا۔ (دی نیوز،16 دسمبر،صفحہ15)

● پھل سبزی

15 اکتوبر: پاکستانی برآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے تازہ سبزیوں کو زیادہ مقدار میں ملک سے برآمد کرکے زرمبادلہ کما سکتے ہیں۔ پاکستان اس وقت 40 سے 50 ٹن سبزیاں بذریعہ ہوائی جہاز دبئ برآمد کرتا ہے جبکہ سمندری راستے سے بھی بڑی مقدار میں سبزیاں برآمد کی جاسکتی ہیں۔ (دی نیوز،16 اکتوبر،صفحہ15)

3 نومبر: ڈائریکٹر جنرل DPP (ڈی پی پی) ڈاکٹر مبارک احمد نے کہا ہے کہ حکومت پھلوں اورسبزیوں کی درآمد اور برآمد کے سلسلے میں نئ اور سخت پالیسی اختیار کررہی ہے تاکہ ان کا معیار بہتر بنایا جاسکے۔ ڈی پی پی ان 14 اداروں میں سے ایک ہے جو وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کے تحت پھل اورسبزیاں برآمد کرنے والوں کے لیےمکمل قرنطینہ کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر،صفحہ11)

آم:

28 اکتوبر: پاکستان سالانہ 25,000 ٹن آم یورپ کی منڈی میں برآمد کرتا ہے مگر اس سال صرف 4,600 ٹن برآمد کیا گیا جو سالانہ برآمد کا 18.4 فیصد ہے۔ یورپی منڈی میں بھارتی آم پر پابندی کے بعد یہ خیال کیا جارہا تھا کہ یورپی منڈی میں پاکستانی آم کی برآمد بڑھ جائیگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،29

اکتوبر، صفحہ11)

کینو:

8 اکتوبر: ڈائریکٹر جنرل ڈی پی پی ڈاکٹر مبارک احمد نے کہا ہے کاشتکاروں کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ادارے نے کینو کے باغات کا دورہ کیا ہے۔ ادارہ آم کے بعد اب کینو بھی یورپی منڈی میں برآمد کرے گا۔ (ڈان، 9 اکتوبر، صفحہ11)

ٹماٹر:

16 دسمبر: وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے مارچ 2014 میں ٹماٹر پر عائد کیا گیا 25 فیصد برآمدی محصول ختم کرنے کے لیے سمری کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کو بھیجنے کے لیے تیار کرلی ہے۔ متعلقہ حکام کے مطابق اس سال ٹماٹر کی شاندار فصل ہوئی لیکن اس کے باوجود قیمت کم نہیں ہوئی ہے۔ اگر حکومت نے برآمدی محصول ختم کردیا تو ملک سے ٹماٹر برآمد ہونے کی وجہ سے ٹماٹر کی قیمت مزید بڑھ جائے گی۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سال 15-2014 کے دوران پاکستان میں ٹماٹر کی پیداوار کا اندازہ 3,561,000 ٹن لگایا گیا ہے جبکہ گزشتہ سال پیداوار 2,901,000 ٹن ہوئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 دسمبر، صفحہ10)

کھجور:

17 ستمبر: وزیر تجارت خرم دستگیر خان نے کہا ہے کہ تمام متعلقہ شعبوں کے باہمی تعاون سے جلد پالیسی بنائی جائے گی تاکہ سندھ سے کھجور کی برآمد بڑھائی جاسکے۔ وفاقی وزیر نے کینیڈا کے ہائی کمشنر، ڈپٹی ہائی کمشنر آسٹریلیا اور پاکستان میں امریکن ایگریکلچرل کونسلر سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ نئے ضابطے اور بنیادی ڈھانچے میں تبدیلی متعارف کرائی جائے گی تاکہ کھجور کی برآمد میں اضافہ کیا جاسکے۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ10)

● دودھ

2 اکتوبر: تازہ دودھ اور خشک دودھ کی تجارت کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2013 میں دودھ کا برآمدی حجم 42,105 ٹن تھا۔ اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ اس دہائی میں ڈیری کی مانگ میں 36 فیصد اضافہ ہوگا۔ مجموعی سالانہ ترقی کی شرح کے حوالے سے سال 2004 سے 2013 تک پاکستان کا شمار دودھ برآمد کرنے والے چوٹی کے 10 ممالک میں ہوتا ہے۔ (دی نیوز، 3 اکتوبر، صفحہ 17)

● مرغبانی

1 نومبر: ایک مضمون میں پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) کے سابق چیئرمین عبدالباسط نے کہا ہے کہ مرغبانی کی صنعت کو پچھلے چار سالوں سے متواتر نقصان کا سامنا ہے جس نے ایک تہائی فارموں کو ختم کردیا ہے۔ صنعت میں اتار چڑھاؤ کو قابو میں رکھنے کے لیے حکومت مرغبانی کی برآمدات میں سہولت دے۔ حکومت ایک کلوگرام مرغی پر محصولات کا حساب لگا کر برآمدی محصول میں اس رقم کے برابر چھوٹ دے تو مرغبانی کے فارموں کی پیداوار دگنی ہوسکتی ہے۔ (منصور احمد، دی نیوز، 1 نومبر، صفحہ 17)

درآمدات

29 دسمبر: ایک مضمون کے مطابق کچھ غذائی فصلوں جیسے گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں اتنی تیزی سے اضافہ نہیں ہورہا ہے جتنی تیزی سے آبادی اور فی کس استعمال بڑھ رہا ہے۔ بین الاقوامی کمپنیوں کی غذائی مصنوعات مقامی غذائی صنعت کی ترقی کے بغیر بڑھتی جارہی ہیں۔ کوششوں کے باوجود دالوں کی پیداوار میں بھی توازن نہیں ہے اور ہر سال ملک کو دالوں کی کچھ اقسام درآمد کرنا پڑتی ہیں۔ بنیادی غذائی اشیاء میں خوردنی تیل، تیل والے بیج اور دالوں وغیرہ کی درآمد نے سالانہ درآمدی بل پانچ بلین ڈالرز تک پہنچادیا ہے اور اب تک ان درآمدات کے متبادل کے لیے ایک مربوط پالیسی ناپید ہے۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 29 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

• گندم

23 اکتوبر: عالمی سطح پر گندم کی قیمتیں کم ہونے کے بعد جولائی اور ستمبر کے درمیان پاکستان میں گندم کی درآمد بڑھ گئی ہے۔ رواں برس اگست کے مہینے میں 44,832 ٹن گندم درآمد کی گئی تھی جس کی مالیت 1.302 بلین روپے ہے جبکہ ستمبر میں 6.329 بلین روپے کی 230,000 ٹن گندم درآمد کی گئی۔ منڈی میں 100 کلوگرام ادنیٰ معیار کی یہ گندم 3,200 روپے میں دستیاب ہے جبکہ 100 کلوگرام مقامی گندم کی قیمت 3,400 روپے ہے۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ10)

1 نومبر: سندھ میں ملوں نے آٹے کی قیمت میں ایک روپے کا اضافہ کردیا ہے۔ یہ فیصلہ حکومت کی طرف سے درآمدی گندم پر 20 فیصد محصول عائد کرنے کے بعد کیا گیا ہے۔ (دی نیوز، 2 نومبر، صفحہ15)

7 نومبر: حکومت نے نجی شعبے کی طرف سے یوکرین سے درآمد کیے گئے گندم کے 70 کنٹینرز کو ضبط کرلیا ہے۔ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے غذائی تحفظ نے متعلقہ اداروں سے کہا ہے کہ وہ اس غیر معیاری گندم کو آٹا ملوں کو فروخت نہ کریں بلکہ اسے مرغیوں کے کھانے میں استعمال کیا جائے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ10)

• چاول

17 اکتوبر: تھائی لینڈ کا خوشبودار چاول جیسمین (Jasmine Rice) پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس چاول کی بڑھتی مانگ کے پیش نظر پاکستان کے ایک معروف تاجر نے تھائی لینڈ سے چاول درآمد کرنا شروع کیا ہے۔ (دی نیوز، 18 اکتوبر، صفحہ17)

• کپاس

دھاگہ:

3 نومبر: مقامی دھاگے کی صنعت بھارت سے سستے دھاگے کی درآمد سے پریشان ہے۔ چین نے پہلے

ہی دھاگے کی درآمد پاکستان اور بھارت سے کم کردی ہے۔ ملک کی کپڑے کی صنعت ٹی سی پی کی طرف سے کسانوں سے ایک ملین گانٹھیں کپاس حاصل کرنے کے فیصلے کو بھی ناگواری سے دیکھ رہی ہے کیونکہ کپاس کی معیشت جو پچھلے 18 سالوں سے آزاد معیشت کے طریقہ کار پر چل رہی ہے اس حکومتی اقدام کو مداخلت تصور کررہی ہے۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 10)

● خوردنی تیل

21 ستمبر: ملک میں خوردنی تیل کی طلب سالانہ تین فیصد بڑھ رہی ہے۔ خوردنی تیل سے متعلق درآمدات پر کثیر زرمبادلہ خرچ ہوتا ہے۔ پاکستان وناسپتی مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (PVMA) کے چیئرمین عاطف اکرم شیخ کے مطابق پاکستان زرعی معیشت ہونے کے باوجود ضرورت کے مطابق خوردنی تیل پیدا نہیں کرتا۔ ملک میں خوردنی تیل کے ذرائع میں بنولہ، سرسوں، سورج مکھی اور کنولا کے بیج شامل ہیں۔ بنولہ میں 10 سے 12 فیصد، سرسوں میں 32 فیصد اور سورج مکھی میں 37 فیصد تیل ہوتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 4)

30 نومبر: وفاقی حکومت نے پاکستان آئل سیڈ ڈیولپمنٹ بورڈ (PODB) کو وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے زیر انتظام وفاقی سطح پر تیل والے بیجوں کو فروغ دینے کے لیے دوبارہ منظم کر دیا ہے۔ آئین میں اٹھارہویں ترمیم کے بعد محکمہ زراعت کے اختیارات صوبوں کو منتقل ہونے کے بعد تیل کے حامل بیجوں کے زیر کاشت رقبے میں 75 فیصد کمی آئی ہے جس کے نتیجے میں بیجوں کا درآمدی بل جو 2011 میں 1.75 بلین ڈالرز تھا بڑھ کر تقریباً 2.75 بلین ڈالرز تک پہنچ گیا ہے۔ (فضل مولا زاہد، دی نیوز، 30 نومبر، صفحہ 2، پولیٹکل اکنامی)

● پھل سبزی

ٹماٹر:

22 ستمبر: کراچی میں ٹماٹر کی خوردہ قیمت 120 روپے فی کلو تک جا پہنچی ہے جو پچھلے ہفتے 80 روپے فی کلو تھی۔ فلاحی انجمن ہول سیلرز کے صدر حاجی شاہجہاں کے مطابق ٹماٹر کی قیمت میں اضافے کی وجہ پورے ملک کی ضرورت کا کوئٹہ اور بلوچستان سے آئی پیداوار پر انحصار ہے۔ ٹماٹر کی کچھ مقدار گزشتہ ہفتے بھارت سے درآمد کی گئی ہے۔ واہگہ سرحد سے مزید ٹماٹر آنے کے بعد اس ہفتے ٹماٹر کی قیمت کم ہوسکتی ہے۔ (ڈان، 23 ستمبر، صفحہ 10)

● کھاد

2 ستمبر: فرٹیلائزر ریویو کمیٹی (FRC) نے کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی سے سفارش کی ہے کہ اکتوبر 2014 سے شروع ہونے والے ربیع کی فصلوں کے لیے چھ لاکھ ٹن یوریا کی درآمد کے لیے ٹینڈر جاری کردے۔ FRC (ایف آر سی) کے مطابق تجویز کردہ مقدار دسمبر 2015 تک درآمد کرلی جائے گی جس پر 247.80 ملین ڈالرز لاگت آئیگی۔ (دی نیوز، 3 ستمبر، صفحہ 15)

26 ستمبر: کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے سعودی عرب سے 185,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ کمیٹی نے مقامی یوریا کے کارخانوں کو گیس فراہم کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ بقیہ 415,000 ٹن یوریا مقامی کارخانوں سے پوری کی جاسکے۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ 10)

29 ستمبر: کسان اکتوبر میں شروع ہونے والے ربیع کے موسم میں یوریا کی قلت کے خدشے کا شکار ہیں۔ وزارت صنعت و پیداوار نے 600,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کی تجویز دی تھی جو آنے والے ربیع کے موسم میں قلت کو دور کرتی لیکن کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے صرف 185,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کی منظوری دی ہے جس کے لیے ٹینڈر جاری کیے جائیں گے اور دیگر ضابطے پورے کیے جائیں

گے جو وقت طلب مراحل ہیں۔ کسانوں کے مطابق یوریا کی درآمد میں تاخیر سے گندم کی بوائی میں تاخیر ہوسکتی ہے۔ اس وقت ملک میں درآمدی یوریا کی قیمت 2,413 روپے فی بوری (50 کلو) ہے جو حکومت کی طرف سے زرتلافی دیئے جانے کے بعد 1,785 روپے پر دستیاب ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

28 اکتوبر: ٹی سی پی نے 415,000 ٹن یوریا کا درآمدی ٹینڈر جاری کردیا ہے۔ حکومت نے سعودی فنڈ فار ڈیولپمنٹ سے 100 ملین ڈالرز قرض کی سہولت کے تحت پہلے ہی 185,000 ٹن یوریا درآمد کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ 50 کلوگرام درآمد شدہ یوریا کی بوری 2,360 روپے کی ملے گی جبکہ مقامی سطح پر تیار ہونے والے یوریا کی 50 کلوگرام کی بوری 1,825 روپے میں دستیاب ہے۔ امکان ہے کہ حکومت درآمد شدہ یوریا پر زرتلافی فراہم کرے گی۔ (دی نیوز، 29 اکتوبر، صفحہ 15)

10 نومبر: نیشنل فرٹیلائزر مارکٹنگ لمیٹڈ (NFML) جو وزارت صنعت و پیداوار کے تحت کام کرتی ہے، کے مینجنگ ڈائریکٹر وسیم مختار نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے صنعت و پیداوار کی زیلی کمیٹی میں کھاد کی براہ راست درآمد کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا کہ ربیع کے موسم میں 600,000 ٹن کھاد درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں سے 400,000 ٹن ٹی سی پی درآمد کررہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 نومبر، صفحہ 11)

● مال مویشی

7 نومبر: ہالینڈ کی حکومت نے پاکستان کے لیے مال مویشی کی درآمد پر سے پابندی اٹھالی ہے۔ ڈچ سفارتخانے نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ دونوں ملکوں نے گیارہ سال بعد تجارت بحال کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 10)

16 نومبر: وزارت تجارت نے جب سے مال مویشی کی درآمد پر عائد پابندی ختم کرنے کا اعلان کیا ہے ہالینڈ کی نظریں پاکستان میں بڑھتی مال مویشی کی تجارتی منڈی پرمرکوز ہیں۔ ہالینڈ کے سفارتی اہلکار کا کہنا ہے ان کے ملک کی گائے بہترین نسل کی ہوتی ہیں اور زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ پاکستان دوددھ کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے اور ہالینڈ دودھ کی مصنوعات برآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔ ہالینڈ پاکستانی کارپوریٹ فارمرز کے ساتھ کام شروع کر چکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 نومبر، صفحہ 10)

● ایگری بزنس

26 اکتوبر: ایس بی پی نے چھوٹے کسانوں کے لیے مصنوعات کی قدر میں اضافے (ویلیو چین) کی اسکیم متعارف کرائی ہے جس کے تحت ایس بی پی ایک ملین روپے تک قرضے فراہم کرے گا۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

12 نومبر: ٹیٹرا پاک (Tetra Pak) کے صدر اور سی ای او، ڈینس جونسن (Dennis Jonsson) نے دبئی میں ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کی آبادی 7.2 بلین سے 2050 تک 9.6 بلین ہوجائے گی۔ ٹیٹرا پاک کے ستمبر میں جاری ہونے والے ڈیری انڈیکس کے مطابق عالمی سطح پر ڈیری مصنوعات کا استعمال 2024 تک 36 فیصد بڑھنے کا امکان ہے۔ (دی نیوز، 13 نومبر، صفحہ 17)

14 نومبر: لاہور میں ہالینڈ کے سفارت خانے نے ڈیری ٹریننگ سینٹر اور سالوو ایگری پاک (Solve Agri Pak) کے اشتراک سے پاک۔ ڈچ تعاون کو فروغ دینے کے لیے ایک تقریب منعقد کی جس میں ڈیری کارپوریٹ شعبے کے افراد کے علاوہ اساتذہ، حکومتی نمائندوں اور ہنر مندی کو ترقی دینے والے اداروں نے شرکت کی۔ (دی نیوز، 15 نومبر، صفحہ 17)

29 دسمبر: کارگل اینمل نیوٹریشن (CAN) کے پروجیکٹ ڈائریکٹر ہنک پرڈوک (Hink Perdok) نے

پاکستانی صحافیوں کے ایک وفد سے بات چیت کے دوران ڈیری کی پیداوار میں جدید طریقوں کے ذریعے پیداواری اضافے (intensification) کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مستقبل میں دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیداوار بڑھانے میں نہ صرف مدد ملتی ہے بلکہ اس طریقہ پیداوار سے کاربن کا اخراج بھی کم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 2050 تک دنیا کی آبادی میں 30 فیصد اور گوشت، دودھ کی پیداوار میں بالترتیب 58 فیصد اور 73 فیصد اضافہ ہوگا۔ اس آزمائش کو CAN (کین) کاروبار کے نئے مواقعوں کے طور پر دیکھتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں اپنے طریقہ کار اور ٹیکنالوجی کا بہترین استعمال کرنا ہے تاکہ موسمی تبدیلی کی وجہ سے کم ہوتی زمین اور پانی کی کمی کا مقابلہ کیا جاسکے۔ ایک ہیکٹر میں گائے کی تعداد بڑھانا، جینیاتی طور سے مال مویشی کی اچھی اقسام کی نگہداشت اور ان کی خوراک میں غذائی اجزا کی مقدار کو بڑھانا ڈیری انٹنسی فیکیشن (dairyintensification) میں شامل ہے۔ (دی نیوز، 30 دسمبر، صفحہ 15)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

کھاد کی کمپنیاں

23 اکتوبر: رواں مالی سال کے نو ماہ کے نتائج کے مطابق اینگرو فرٹیلائزر لمیٹڈ نے بعد از ٹیکس 5.51 بلین روپے کا منافع حاصل کیا جبکہ فوجی فرٹیلائزر بن قاسم نے اسی مدت میں 3.45 بلین روپے منافع کمایا۔ (ڈان، 24 اکتوبر، صفحہ 10)

13 نومبر: ایک خبر کے مطابق پاک امریکن فرٹیلائزر لمیٹڈ جسے قرضے ادا نہ کرنے پر نیشنل بینک کی سربراہی میں بینکوں کے کنسوشیم نے اپنی نگرانی میں لے لیا تھا، کو پرائیوٹائزیشن کمیشن نے ایزگارڈ 9 (Azgard9) کمپنی کو فروخت کرنے میں نیلامی کے طریقہ کار کے برخلاف ادائیگی کی مدت بڑھا کر کمپنی کے لیے نرمی برتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 نومبر، صفحہ 11)

ٹریکٹر کمپنیاں

31 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق زرعی مشینری کی پیداوار جولائی تا ستمبر 2014 میں 11,896 یونٹ ہوگئی ہے جو گزشتہ سال اسی عرصے میں 6,419 یونٹ تھی۔ حکومت نے 15-2014 کے بجٹ میں ٹریکٹر پر جی ایس ٹی 16 سے 10 فیصد کردیا ہے اور زرعی قرضے 380 بلین روپے سے بڑھا کر 500 بلین روپے روپے کردیئے ہیں۔ (ڈان، 1 نومبر، صفحہ10)

غذائی کمپنیاں

● اینگرو

16 ستمبر: اینگرو فوڈز کی گزشتہ 18 مہینوں کی مایوس کن کارکردگی کے بعد کمپنی 2014 میں نقصانات کا ازالہ اور منڈی میں اپنی بھرپور واپسی کے لیے پرعزم ہے۔ ایکسپریس ٹریبیون کی طرف سے منڈی پر کیے گئے سروے کے مطابق کمپنی کے رواں مالی سال میں منافع کمانے کے امکانات کم ہیں۔ کمپنی کے چیف ایگزیکٹو آفیسر کے مطابق کمپنی کے ترسیل کے نظام میں مسائل کی وجہ سے 2013 کے پہلے نو ماہ تباہ کن تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 ستمبر، صفحہ11)

26 ستمبر: اینگرو کارپوریشن کی ذیلی کمپنی اینگرو فوڈز لمیٹڈ نے اعلان کیا ہے کہ کمپنی نے شمالی امریکہ میں اپنا کاروبار اینگرو فوڈز کینیڈا لمیٹڈ سمیت فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (ڈان، 27 ستمبر، صفحہ10)

20 اکتوبر: اینگرو فوڈز کے سالانہ مالیاتی نتائج کے مطابق کمپنی کو رواں سال کے نو مہینوں میں 77 ملین روپے کا نقصان ہوا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 اکتوبر، صفحہ15)

پانی کی کمپنیاں

15 اکتوبر: پی سی آر ڈبلیو آر نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ پینے کا صاف پانی ہر شہری کا بنیادی حق ہے مگر ملک میں تیزی سے بدلتے حالات نے شہریوں کو پانی کی بوتل خریدنے پر مجبور کر دیا ہے۔ رپورٹ میں منرل واٹر کی آٹھ اقسام میں کیمیکل اور جراثیم پائے جانے کا انکشاف کیا گیا ہے جو انسانی صحت کے لیے مضر ہیں۔ ان برانڈز میں ایکٹیو (Active)، ایکوا نیشنل (Aqua National)، اسپارکل پیور واٹر (Sparkle Pure Water)، ایکوا کیو (Aqua Q)، ال ثنا (Al Sana)، الائٹ واٹر (Elight Water)، الپائن ہائڈرایٹ (Alpine Hyder8) اور آب کوثر (Aab-e-Kauser) شامل ہیں۔ (ڈان، 16 اکتوبر، صفحہ 4)

● نیسلے پاکستان

19 ستمبر: نیسلے پاکستان نے 125,000 لٹر پینے کا پانی حکومت پنجاب کے مشورے سے سیلاب سے متاثرہ علاقوں بھوانا، پنڈی بھٹیاں، چنیوٹ، جھنگ، ملتان اور مظفر گڑھ میں تقسیم کیا ہے۔ کمپنی نے جانوروں کے ڈاکٹروں کی ایک ٹیم سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں مدد کے لیے متعین کی ہے۔ پروگرام کے تحت 3,000 مویشیوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے اور 1,000 متعدی امراض کا علاج کیا گیا۔ 12,000 مویشیوں کو دوائیں اور 50,000 حفاظتی ٹیکے (ویکسین) لگانے کا عمل جاری ہے۔ کمپنی کی طرف سے 500 ٹن چارے کی تقسیم بھی جاری ہے۔ (دی نیوز، 20 ستمبر، صفحہ 17)

VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

7 ستمبر: بڑے سیلاب کی خبروں کے بعد مظفر گڑھ میں شیر شاہ، کوٹ ادو اور چوک منڈہ کی مویشی منڈیوں میں کسانوں کی طرف سے بڑی تعداد میں جانوروں کے لائے جانے کے بعد قیمتوں میں غیر

معمولی کمی دیکھی گئی ہے۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 10)

8 ستمبر: اسٹیٹ بینک کے تازہ اعداد و شمار کے مطابق مال مویشی کی صنعت کو دیئے جانے والے قرضے اگست 2013 سے جولائی 2014 کے درمیان تقریباً تین گنا بڑھ کر دس ارب روپے ہوگئے ہیں۔ تقریباً بیس کمپنیاں اس وقت دودھ اور اس کی دیگر مصنوعات کی پروسیسنگ کر رہی ہیں جن میں سے کچھ کمپنیاں دودھ برآمد بھی کر رہی ہیں۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

18 ستمبر: ایف پی سی سی آئی کے مطابق آنے والے تہوار، عیدالاضحیٰ پر تقریباً 7.85 ملین جانور قربان کیے جائیں گے۔ اکنامک سروے آف پاکستان 14-2013 کے مطابق زراعت میں مال مویشیوں کا حصہ 55.9 فیصد جبکہ مجموعی قومی آمدنی میں زراعت کا حصہ 21 فیصد ہے۔ (دی نیوز، 19 ستمبر، صفحہ 15)

24 ستمبر: لاہور کی شہری حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق 2013 میں عیدالاضحیٰ پر تقریبا تین ملین قربانی کے جانور منڈی میں لائے گئے تھے لیکن اس سال اب تک صرف ایک ملین جانور منڈی میں لائے گئے ہیں۔ ضلعی حکام کا کہنا ہے کہ حالیہ سیلاب صوبے کے متعدد علاقوں میں مویشیوں کو بہا لے گیا تھا، یہ بھی اس سال جانوروں کی قیمت میں اضافے کی ایک وجہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 ستمبر، صفحہ 5)

24 ستمبر: زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام کے وائس چانسلر ڈاکٹر مجیب الدین صحرائی نے اینمل ہسبنڈری اینڈ ویٹری سائنس فیکلٹی کے تحقیقی پروگرام میں شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مال مویشی کی کچھ نسلیں ختم ہونے کے خطرات سے دوچار ہیں۔ مال مویشی کا شعبہ ملک میں سماجی و اقتصادی حالت بہتر بناسکتا ہے لیکن لوگ زراعت کے اس اہم حصے کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ چانسلر نے مال مویشی پالنے والوں کو آگہی فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ (ڈان، 25 ستمبر، صفحہ 19)

28 اکتوبر: پارک کے چیئرمین افتخار احمد نے کہا ہے کہ پاکستان میں سالانہ 180 ملین مال مویشی پالے جاتے ہیں جن میں سے 40 ملین مال مویشی منہ اور کھر کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صرف 10 فیصد جانوروں کو بیماریوں سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ (ڈان،29 اکتوبر،صفحہ17)

6 نومبر: پی ایف اے نے اعلیٰ معیاد کو برقرار رکھنے کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دودھ میں ملاوٹ کے خلاف اپنی مہم جاری رکھے گی۔ پی ایف اے کے ایک افسر نے کہا کہ دودھ بیچنے والوں کا 27 اکتوبر کا مظاہرہ بے بنیاد اور پی ایف اے ایکٹ کے خلاف تھا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 نومبر،صفحہ5)

14 نومبر: پی ایف اے نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ لاہور میں دودھ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے شہر کے اردگرد مویشی کالونیاں بنائے۔ شہر میں دودھ کی مانگ ترسیل سے کہیں زیادہ ہے اسی لیے شہر میں دستیاب 40 فیصد دودھ میں ملاوٹ کی جاتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،15 نومبر،صفحہ5)

14 نومبر: ایک خبر کے مطابق ضلع ٹھٹھہ کے ساحلی علاقوں میں پچھلے چند دنوں میں پانچ درجن اونٹوں کی ہلاکت کے بعد محکمہ مال مویشی کا ایک وفد بیماری کا تعین کرنے کے لیے گاؤں محمد خان جٹ پہنچ گیا ہے۔ (ڈان،15 نومبر،صفحہ19)

15 دسمبر: سارک (SAARC) کے زرعی مرکز ڈھاکہ، بنگلہ دیش سے ایک پانچ رکنی وفد نے UVAS (یو وی اے ایس) لاہور کا دورہ کیا۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر طلعت نصیر پاشا نے وفد کو پاکستان کے مال مویشی کے شعبے اور اس کی ترقی میں یونیورسٹی کے کردار کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چانسلر نے کہا کہ پاکستان میں اس شعبے میں دو حوالوں سے اقدامات کی ضرورت ہے، ایک ایسا جامع نظام جو چھوٹے کسانوں کو منافع فراہم کرے اور دوسرا معیار کو برقرار رکھنے کے لیے ترسیل کے نظام میں نجی شعبے کی شرکت کو یقینی بنایا جائے۔ (دی نیوز،16 دسمبر،صفحہ5)

22 دسمبر: یو وی اے ایس میں گزشتہ ہفتے ہونے والے سیمنار میں ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ ملک میں مجموعی طور پر مال مویشیوں، خاص کر 66 ملین سے زیادہ بھیڑ بکریوں، کا مستقبل تاریک ہوسکتا ہے اگر حکومت نے چراگاہوں سے متعلق پالیسی اور طریقہ کار کو موثر طریقے سے نافذ نہیں کیا۔ 40 فیصد سے زیادہ چھوٹے جانور خوراک کے لیے چراگاہوں پر انحصار کرتے ہیں جو پانی کی کمی، چراگاہوں کے حد سے زیادہ استعمال، خشک سالی، آبادی میں اضافے اور چراگاہوں کے حوالے سے کوئی نظام اور پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہورہی ہیں۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ پاکستان جہاں کل رقبے کا 65 سے 70 فیصد پہاڑوں، پتھری علاقوں، بارانی اور صحرائی علاقوں پر مشتمل ہو اسے کس طرح بغیر انسانی منصوبہ بندی کے قدرت کے رحم و کرم پر چھوڑا جاسکتا ہے۔ ان چراگاہوں کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ موسم بہار میں جب بیج پروان چڑھتا ہے جانوروں کے چرنے پر پابندی لگائی جائے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

22 دسمبر: پشاور میں مویشیوں کے تاجروں نے پریس کانفرنس میں الزام لگایا ہے کہ خیبر ایجنسی کی سیاسی انتظامیہ اسمگلروں کو مویشی افغانستان بھیجنے کے پرمٹ جاری کررہی ہے جس سے قبائلی علاقوں کی مقامی آبادی معیاری گوشت سے محروم ہورہی ہے۔ تاجروں کے نمائندے نعیم خان نے کہا ہے کہ سیاسی انتظامیہ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہے تاجروں نے بارہا اسمگلنگ کے خلاف شکایات کی ہیں لیکن حکام کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ (دی نیوز، 23 دسمبر، صفحہ 3)

28 نومبر: پاکستان ڈیری ایسوسی ایشن (PDA) نے ایف بی آر سے سال 11-2010 سے اب تک فروخت پر وصول کیے گئے 12 بلین روپے کے اضافی محصولات کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے۔ ایسوسی ایشن کے چیئرمین فیصل ملک کا کہنا ہے رقوم کی واپسی تجارت کو وسیع اور بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوگی جس سے ملازمت کے مزید مواقع دستیاب ہونگے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان میں بالواسطہ 300,000 افراد اور بلاواسطہ لاکھوں افراد اس شعبے سے وابستہ ہیں۔ (دی نیوز، 29 نومبر، صفحہ 15)

29 دسمبر: ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ مال مویشی اور ڈیری شعبے کو ترقی دے کر قومی معیشت کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مال مویشی پر پالیسی بنانے کی ہدایت کی ہے۔ (دی نیوز، 30 دسمبر، صفحہ 5)

ماہی گیری

2 ستمبر: پاکستانی حدود سے گرفتار کیے گئے لانڈھی جیل میں قید بھارتی ماہی گیر بالا نارن سنگت کو 26 جولائی کو ایدھی سرد خانے لایا گیا جو ایک دن پہلے سینے کے انفیکشن کے باعث دم توڑ گیا تھا۔ دسمبر سے اب تک لانڈھی جیل میں مرنے والا یہ تیسرا بھارتی ماہی گیر ہے۔ پی ایف ایف کے مطابق 250 پاکستانی ماہی گیر اس وقت بھارتی جیلوں میں اور 360 بھارتی ماہی گیر پاکستانی جیلوں میں قید ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 ستمبر، صفحہ 13)

3 ستمبر: مبارک ولیج کو مثالی بستی میں تبدیل کرنے کے منصوبے پر کام روک دیا گیا ہے۔ وزیر اعلی سندھ قائم علی شاہ نے اکتوبر 2009 میں کراچی کے مضافات میں دوسری بڑی ماہی گیروں کی بستی مبارک ولیج میں لیز کے کاغذات دیتے ہوئے بستی کو ''مثالی بستی'' میں تبدیل کرنے کا اعلان کیا تھا جس کے بعد بجلی، نکاسی اور دیگر منصوبوں پر کام شروع کیا گیا تھا لیکن تکمیل کے آخری مراحل میں تمام مختص شدہ رقم جاری ہونے کے باوجود نامعلوم وجوہات کی بناء پر کام روک دیا گیا۔ (دی نیوز، 4 ستمبر، صفحہ 14)

21 ستمبر: گڈانی کے ماہی گیروں نے محکمہ فشری سندھ اور بلوچستان سے درخواست کی ہے کہ کراچی سے بلوچستان کی حدود میں غیر قانونی جالوں کے ذریعے مچھلی پکڑنے والے ٹرالروں کو روکا جائے۔ مقامی ماہی گیر حمید بلوچ کے مطابق یہ مسئلہ کئی دہائیوں پرانا ہے لیکن اس سال یہ انتہائی گھمبیر ہوچکا ہے۔ کراچی سے آنے والی بڑی کشتیاں یہاں شکار کرتی ہیں جس نے ماہی گیروں کو بحران میں مبتلا کردیا ہے۔ ماہی

گیر اب اپنا قرض بھی ادا نہیں کر پاتے جو وہ کشتیوں میں تیل بھرنے کے لیے لیتے ہیں۔ (ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 15)

4 اکتوبر: وزیر فشری اینڈ لائیو اسٹاک سندھ ڈاکٹر اسکندر علی نے بدین میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممنوعہ جال سے شکار کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی جس کی وجہ سے ساحلی علاقوں کے غریب ماہی گیر متاثر ہوتے ہیں۔ (دی نیوز، 5 اکتوبر، صفحہ 14)

21 نومبر: ماہی گیری کے عالمی دن کی مناسبت سے نکالی گئی ریلی کے شرکاء سے بات کرتے ہوئے سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر امداد علی اسماعیلی نے ملک میں ماہی گیری اور آبی حیات کے تحفظ کے لیے تعلیم، شعور اور تحقیق کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 19)

مرغبانی

3 ستمبر: ایک مضمون کے مطابق برائیلر مرغی روایتی دیسی مرغی کے مقابلے میں چار گنا وزنی ہوسکتی ہے جس کے نتیجے میں ہڈیوں اور اندرونی اعضاء کی نشو ونما تیزی سے بڑھتے وزن کی وجہ سے جاری نہیں رہ سکتی۔ ہڈیاں کمزور رہ جاتی ہے اور زیادہ وزن کی وجہ سے اکثر ٹوٹ بھی جاتیں ہے بعض اوقات جب مرغیوں کی پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں تو وہ فوراً مر جاتی ہیں۔ مختلف ممالک میں جانوروں کو رکھنے کے لیے حد مقرر ہے جسے وزن / مربع میٹر سے ناپا جاتا ہے لیکن پاکستان میں ان مسائل کے حل کے لیے کوئی قانون موجود نہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 ستمبر، صفحہ 7)

25 ستمبر: عالمی مرغبانی نمائش کی افتتاحی تقریب کے موقع پر وفاقی وزیر برائے قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے مرغبانی شعبے کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ شعبہ 8 سے 10 فیصد سالانہ ترقی کررہا ہے جس کی وجہ سے پاکستان دنیا میں برائیلر مرغی کی پیداوار میں گیارہواں بڑا ملک بن گیا

ہے۔ مرغبانی کے شعبے کا زراعت میں 6.1 فیصد اور مال مویشی میں 10.8 فیصد حصہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،26 ستمبر،صفحہ10)

27 اکتوبر: PPA (پی پی اے) کے چیئرمین ڈاکٹر مصطفیٰ کمال نے پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ مرغی سستے داموں فروخت ہونے کی وجہ سے صوبے میں اس شعبے سے وابستہ 35 فیصد افراد اس پیشے کو خیر باد کہہ چکے ہیں جس کے سبب پیداوار میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔ (ڈان،28 اکتوبر،صفحہ11)

VIII۔ ماحول

26 اکتوبر: ماحولیاتی تحفظ کے ادارے انوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی (EPA) کے حکام کا کہنا ہے کہ فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے لیباٹریاں اور مہنگی مشینیں زنگ آلود ہوچکی ہیں۔ اٹھارہویں ترمیم کے تحت ماحولیات کا محکمہ صوبوں کو منتقل کردیا گیا تھا۔ اس کے بعد انوائرمنٹ مانیٹرنگ سسٹم (EMS) غیر فعال ہے اور بغیر استعمال کیے مہنگے کیمیائی اشیاء کی معیاد ختم ہوگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،27 اکتوبر،صفحہ4)

19 نومبر: ماحولیاتی ٹریبونل نے 20 مہینوں کے بعد دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا۔ مارچ 2013 میں چیئرمین کی منتقلی کے بعد یہ ٹریبونل غیر فعال تھا۔ اس عرصے کے دوران ماحول میں آلودگی پھیلانے والوں کے خلاف زیر التوا مقدمات کی تعداد 135 ہوگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،20 نومبر،صفحہ4)

25 نومبر: کے پی کے اسمبلی نے ماحول کی بحالی، تحفظ اور بہتری کے لیے کے پی کے انوائرمنٹل پروٹیکشن بل 2014 منظور کرلیا ہے۔ توقع ظاہر کی جارہی ہے کہ یہ بل صوبے میں صفائی اور پائیدار ترقی کو فروغ دے گا۔ (دی نیوز،26 نومبر،صفحہ3)

زمین

15 ستمبر: سندھ EPA (ای پی اے) نے ایڈمنسٹریٹر ڈی ایچ اے کو کراچی میں اس کے منصوبے فیز VIII پر ماحولیاتی تجزیے کے بغیر منصوبے کے اجراء پر نوٹس بھیجا ہے۔ منصوبے سے ماحولیات پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینا سندھ انوائرمینٹل پروٹیکشن ایکٹ 2014 کے تحت لازم ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 17)

16 اکتوبر: سندھ ہائی کورٹ نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) کو کراچی میں چین کے تعاون سے تعمیر کیے جانے والے جوہری توانائی کے منصوبے کو ماحولیاتی قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے روکنے کی ہدایت دی ہے۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 1)

18 اکتوبر: وزیر اعظم نواز شریف نے راوی ریور فرنٹ اربن ڈیولپمنٹ پروجیکٹ مکمل کرنے کی ذمہ داری وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو دے دی ہے۔ حکومت اور نجی اداروں کے اشتراک سے بننے والے اس منصوبے کی لاگت 10 بلین روپے ہے۔ (ڈان، 19 اکتوبر، صفحہ 6)

2 نومبر: محکمہ تحفظ ماحول حکومت پنجاب کے مطابق ملک کا پہلا مری بائیو ڈائیورسٹی پارک تکمیل کے قریب ہے، 40 ایکڑ پر پھیلے اس پارک پر حکومت نے 90 ملین روپے خرچ کیے ہیں۔ محکمے نے یہ منصوبہ شہری حکومت اور کاروباری حلقوں کی مدد سے 2006 میں حیاتیاتی تنوع کی اہمیت کو لوگوں پر واضح کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ اس طرح کے پارک ڈیرہ غازی خان، قصور، چولستان میں بھی بنائے جا رہے ہیں۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 2)

6 نومبر: PAEC (پی اے ای سی) نے سندھ ہائی کورٹ کو بتایا کہ کے 2 (K2) اور کے 3 (K3) پاور پلانٹ کو تمام تکنیکی، سائنسی، قانونی، بین الاقوامی اور ماحولیاتی شرائط کو پورا کرنے کے بعد شروع کیا گیا

تھا۔ پلانٹ کا کام ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہے اور کم از کم چار سال بعد پلانٹ میں پہلی فیول اسمبلی لگائی جائے گی، تب پلانٹ کا حفاظتی اعتبار سے پاکستان نیوکلیئر ریگولیٹری اتھارٹی (PNRA) دوبارہ معائنہ کرے گی جس کے بعد نیوکلیئر فیول کو ری ایکٹر میں استعمال کیا جاسکے گا۔ (دی نیوز، 7 نومبر، صفحہ 13)

7 نومبر: کراچی میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں مقررین نے کہا ہے کہ کپڑے کی صنعت میں سستا کیمیکل اور رنگ استعمال ہورہا ہے جس سے ماحولیاتی آلودگی اور جلد کے کینسر جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی اور یورپی یونین کے ساتھ کیے گئے معاہدوں میں پاکستان غیر معیاری رنگ اور کیمیکل کا استعمال روکنے کا پابند ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 نومبر، صفحہ 11)

● ساحلی زمین

4 ستمبر: منگروز فار دی فیوچر (MFF) کی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ کمیٹی ساحلی آبادیوں میں قدرتی آفات اور موسمی تبدیلیوں کے خطرات سے متعلق شعور اور آگہی پھیلانے پر توجہ مرکوز کرے گی۔ (دی نیوز، 5 ستمبر، صفحہ 14)

19 نومبر: پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز اور یونائیٹڈ نیشنز ڈیولپمنٹ پروگرام (UNDP) کے اشتراک سے منعقد پروگرام ''ڈیولپمنٹ اینڈ ڈزاسٹر رپورٹنگ'' سے بات کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ ترقی کے نام پر نامناسب تعمیرات اکثر تباہی کا سبب بنتی ہیں اور ذرائع ابلاغ ان مسائل کو بروقت اجاگر نہیں کرتے۔ پیپلز پارٹی سندھ کے جنرل سیکرٹری تاج حیدر نے کہا کہ ساحلی علاقوں پر کی گئی تعمیرات پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور ساحلی علاقے کو خطرے سے دوچار کرتی ہیں۔ (دی نیوز، 20 نومبر، صفحہ 13)

27 نومبر: کراچی میں منعقد ایک سیمنار میں ماہرین نے کہا ہے کہ کراچی کے ساحلی علاقوں پر تعمیراتی کاموں کی وجہ سے حیاتیاتی تنوع کو خطرات لاحق ہیں۔ ماہرین موسمیات کا کہنا ہے موسمی تبدیلی کی وجہ

سے سطح سمندر میں اضافہ ہورہا ہے۔ گلوبل کلائمٹ رسک انڈیکس، 11-2010 کے مطابق پاکستان کا شمار موسمی تبدیلی کی وجہ سے شدید خطرات سے دو چار 10 ممالک میں ہوتا ہے۔ (ڈان،28 نومبر،صفحہ18)

17 دسمبر: حکومت سندھ اور ورلڈ وائڈ فنڈ فار نیچر (WWF) پاکستان نے ساحل کے ساتھ زمین کو زراعت، مال مویشی، سیاحت اور ماہی پروری کے لیے ترقی دینے کے منصوبے کو حتمی شکل دے دی ہے۔ منصوبے میں سمندری پانی کو زراعت کے لیے استعمال کیا جائے گا اور سائنسی طریقوں پر ماہی گیری کے لیے دستیاب وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے گا۔ (دی نیوز،18 دسمبر،صفحہ20)

● پہاڑ

13 ستمبر: گلگت بلتستان کے علاقے نگر ویلی گاؤں کے 50 خاندانوں کی زندگیاں پہاڑ میں پڑنے والی دراڑوں کی وجہ سے خطرے میں ہیں۔ گزشتہ دنوں گاؤں کا ایک بڑا حصہ ڈھہ کر دریائے ہنزہ میں جا گرا جس سے وقتی طور پر دریا کا بہاؤ رک گیا تھا۔ مقامی لوگوں کے مطابق ڈھہ جانے والی زمین کا حجم تقریباً 1,200 کنال تھا۔ خوش قسمتی سے حادثے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 ستمبر، صفحہ2)

28 دسمبر: محکمہ ماحولیات کے حکام کے دعوں کے برعکس پتھر توڑنے والے کارخانے ٹیکسلا کے نزدیک نہ صرف اطراف کے علاقوں بشمول اسلام آباد میں فضائی آلودگی پھیلا رہے ہیں بلکہ مرگلہ کی پہاڑیوں پر قدرتی ماحول بھی متاثر کررہے ہیں۔ ماحولیات کے وفاقی اور صوبائی محکمے نے اب تک ان کارخانوں کے خلاف کوئی قابل ذکر کارروائی نہیں کی ہے۔ کچھ افسران نے دعوی کیا کہ ان کارخانوں کو سیاسی پشت پناہی حاصل ہے اور وفاقی یا صوبائی حکومت کے پاس صلاحیت نہیں کہ وہ آلودگی پھیلانے والے ان کارخانوں کے خلاف اقدامات کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،29 دسمبر،صفحہ4)

● جنگلات

31 اگست: محکمہ جنگلات آزاد جموں وکشمیر اور بلوچستان نے مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کیے ہیں جس کے مطابق دونوں فریق معلومات کا تبادلہ اور ماہی گیری، جنگلات و جنگلی حیات پر تحقیق کریں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 ستمبر، صفحہ 4)

5 ستمبر: WWF (ڈبلیو ڈبلیو ایف) پاکستان کے تعاون سے کراچی کے مقامی ہوٹل میں فرینڈز آف انڈس فورم (FIF) کی طرف سے ''ذوالفقارآباد'' منصوبے پر پیش کیے گئے موقف میں کہا گیا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ انڈس ڈیلٹا کی حفاظت کرے جبکہ حکومت خود اس پر بڑا شہر ذوالفقارآباد بنانے کا منصوبہ بنارہی ہے جو ڈیلٹا اور اس کے ماحول کو برباد کردے گا اور مقامی لوگوں کے لیے مسائل کا انبار لے کر آئے گا۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 19)

21 ستمبر: ماحولیاتی ماہرین نے تیزی سے جنگلات کی کٹائی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پیر میر علی شاہ ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی راولپنڈی (PMAS-AAUR) کے شعبہ جنگلات کی چیئرمین ڈاکٹر مرزا ثروت نیاز بیگ کے مطابق لکڑی مافیا، ترقیاتی منصوبوں کے لیے زمین کا حصول اور لکڑی کا بطور ایندھن جلایا جانا ملک میں جنگلات کی کٹائی کے اسباب ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 4)

29 ستمبر: فاریسٹ پالیسی 2005 کے مطابق جنگلات کی زمین کو اس شرط پر لیز پر دینے کی اجازت دی گئی تھی کہ لیز حاصل کرنے والا 25 فیصد زمین پر جنگلات لگائے گا اور بقیہ زمین پر کاشتکاری کرے گا۔ اس پالیسی سے محکمہ جنگلات کمزور نگرانی اور سیاسی اثر و رسوخ کی وجہ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کرسکا۔ (محمد حسین خان، ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

26 اکتوبر: ضلع اپر دیر کے علاقہ گولادئی کے جنگلات مالکان نے حکومت سے غیر قانونی طور پر جنگلات

کی کٹائی کے خلاف اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے مالکان نے کہا کہ ٹھیکیدار اور فارسٹ ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے حکام مبینہ طور پر جنگلات کی کٹائی میں ملوث ہیں۔ (دی نیوز، 27 اکتوبر، صفحہ 5)

27 دسمبر: سوات کے علاقے مالم جبہ میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر لگنے والی آگ نے جنگلات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس نے سینکڑوں درختوں کو خاکستر کردیا۔ پولیس کے مطابق آگ قابو میں ہے اور جلد مکمل طور پر بجھ جائیگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 دسمبر، صفحہ 2)

● جنگلی حیات

30 ستمبر: ڈبلیو ڈبلیو ایف پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل حماد نقی خان نے کہا ہے کہ جنگلی حیات کی غیر قانونی تجارت کی وجہ سے حیاتیاتی تنوع کو خطرات لاحق ہیں۔ ملک سے کالے بچھو اور کچھوے غیر قانونی طور پر برآمد کیے جاتے ہیں۔ دوسری جانب جنگلات کی کٹائی کی وجہ سے جنگلی حیات غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 اکتوبر، صفحہ 5)

9 اکتوبر: ایکسپریس ٹریبیون کی ایک رپورٹ کے مطابق ملک کے چاروں صوبوں سے پرندوں اور جانوروں کو غیر قانونی طور پر اسمگل کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی نسلیں معدوم ہوجاتی ہیں۔ صوبہ سندھ سے کچھوے، سیاہ بچھو اور چھپکلی، کے پی کے سے ایک مخصوص قسم کی چھپکلی لیپرڈ گیکو (Leopard Gecko)، مینا، سیاہ بچھو اور پنجاب سے پینگولن (Pangolin)، کچھوے اور دیگر جانوروں کو غیر قانونی طور پر اندرون ملک اور بیرون ملک اسمگل کیا جاتا ہے۔ ان جانوروں میں ایک خاص قسم کی بڑی سرخ چڑیا بھی شامل ہے جس کی قیمت چھ ملین روپے تک ہے اور اسے چند عربی خریدتے ہیں۔ ان جانوروں اور پرندوں کو سراغ رساں کتوں کی مدد سے بھی پکڑا جاتا ہے۔ محکمہ جنگلی حیات کی غفلت کی وجہ سے یہ کاروبار کھلے عام جاری ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 اکتوبر، صفحہ 15)

16 اکتوبر: خوراک کے عالمی دن کے موقع پر پی ایف ایف کے تحت منعقد کردہ سیمنار میں مقررین نے کہا کہ جامشورو کول پلانٹ پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ اس کی وجہ سے دریائے سندھ کی جنگلی حیات بری طرح متاثر ہوگی۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 19)

15 نومبر: وفاقی حکومت نے خلیجی ریاستوں کے فرمانرواؤں کو شکار کھیلنے کے لیے 29 خصوصی اجازت نامے فراہم کر دیئے۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان جنگلی حیات اور ماحولیات کے تحفظ کے کئی معاہدوں پر دستخط کر چکا ہے اور پرندوں کی نایاب اقسام کے شکار پر قانونی طور پر پابندی عائد ہے۔ یاد رہے کہ سعودی عرب کے پرنس فہد بن سلطان بن عبدالعزیز ال سعود نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 21 دنوں میں 2,100 تلور (houbara bustard) کا شکار کیا تھا۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 17)

20 نومبر: حکومت نے گلگت بلتستان میں مارخور شکار کرنے کے اجازت نامے 61,500 ڈالرز میں نیلام کردیئے۔ اجازت نامے میں جن چار جانوروں کے شکار کی اجازت دی گئی ہے ان میں چار مارخور، 52 آئی بیکس اور آٹھ نیلی بھیڑیں شامل ہیں۔ ٹرافی ہنٹنگ کوٹہ 1980 میں شروع کیا تھا جس کے تحت غیر ملکی شکار کھیلنے کے عوض ڈالرز حکومت پاکستان کو ادا کرتے ہیں جس کا 80 فیصد حصہ مقامی لوگوں کو جب کہ 20 فیصد حصہ جنگلات کے تحفظ اور حیاتیاتی تنوع کی بہتری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نایاب اقسام کے جانوروں کا مسکن ہونے کی وجہ سے گلگت بلتستان کو زندہ میوزیم کہا جاتا ہے۔ یہاں مارکوپولو بھیڑ، آئی بیکس، مارخور، پہاڑی بھیڑ، نیلی بھیڑ، سیال خرگوش، چیتا، سیاہ ریچھ، بھیڑیے، لومڑی، چکور، رام چکوراور جنگلی گدھے پائے جاتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 نومبر، صفحہ 2)

22 دسمبر: وزیر اعلی سندھ قائم علی شاہ نے قوائد کے برخلاف بااثر سرکاری افسر کو پہاڑی بھیڑ کے شکار کا مفت پرمٹ جاری کیا جو صرف غیر ملکیوں کو 12,000 سے 13,000 ڈالرز فیس کے بدلے جاری کیا جاتا ہے۔ پہاڑی بھیڑ کی نسل معدوم ہو رہی ہے جسے قانونی تحفظ حاصل ہے۔ سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی

کے ڈائریکٹر جنرل فقیر منظور قادر کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تین نوٹیفکشن ایک ہی دن میں اس حوالے سے جاری کیے گئے تیسرا نوٹیفکشن سرکاری افسر کو خوش کرنے کے لیے آدھی رات کو جاری کیا گیا۔ (ڈان،23 دسمبر،صفحہ11)

● فضلہ

22 ستمبر: عالمی بینک حکام نے نکاسی کے پانی کو بغیر صاف کیے سمندر میں ڈالے جانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ بینک کے واٹر اینڈ سیوریج پروگرام کے ماہر مسرور احمد کے ساتھ ملاقات میں مینجنگ ڈائریکٹر KWSB (کے ڈبلیو ایس بی) قطب الدین شیخ نے کہا کہ ادارے نے نکاسی کا ایک جامع منصوبہ ترتیب دیا ہے جو وفاقی اور صوبائی حکومت کے مالی تعاون سے شروع کیا جائے گا جس کے لیے رقم موصول ہوگئی ہے۔ (دی نیوز،23 ستمبر،صفحہ13)

12 نومبر: ایک اخباری خبر کے مطابق ڈیرہ اسماعیل خان میں شوگر مل سے خارج ہونے والے کیمیائی فضلے کے نالے میں گر کر 9 افراد کے جاں بحق اور 11 لوگوں کے زخمی ہونے کے واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ جو جولائی میں پیش ہوچکی ہے، کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔ رپورٹ چیف سیکرٹری کے پی کے کو سیکرٹری ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن نے جولائی2014 میں پیش کردی تھی۔ تحقیقاتی کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ مل کا لائسنس معطل کردینا چاہیے، اس پر پابندی لگا دینی چاہیے اور صوبے میں ایتھنول کے پلانٹس کا باقاعدگی سے دورہ کیا جائے اور ان کی نگرانی بھی کی جائے۔ (دی نیوز،13 نومبر،صفحہ17)

18 نومبر: قصور میں انسانی فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیے قائم کیے گئے تینوں پلانٹ دیکھ بھال کے فقدان اور تربیت یافتہ عملہ نہ ہونے کی وجہ سے دو سال سے بند ہیں۔ محکمہ تحفظ ماحول حکومت پنجاب کے حکام کا کہنا ہے کہ پلانٹ بند ہونے سے علاقے میں بیماریاں پھیلنے اور ماحول کو خطرات لاحق ہیں۔ یہ پلانٹس سال 2002 میں لگائے گئے تھے جن پر 497.24 ملین روپے لاگت آئی تھی۔ (دی ایکسپریس

ٹریبیون،19 نومبر،صفحہ 5)

29 دسمبر: پاکستان انوائرمینٹل پروٹیکشن ایجنسی (PAK-EPA) نے اسلام آباد میں 40 سرکاری اور پرائیوٹ اسپتالوں کے جائزے پر مبنی اپنی حالیہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ سوائے دو کے تمام ہسپتالوں میں کلینک اور لیبارٹریوں میں فضلے کو ٹھکانے لگانے کا اپنا کوئی انتظام نہیں ہے۔ تمام ادارے اٹک ریفائنری کی فضلہ ٹھکانے لگانے کی سہولت پر انحصار کرتے ہیں جہاں روزانہ صرف 200 کلوگرام ہسپتالوں کا فضلہ ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے جبکہ اسلام آباد میں ہسپتالوں سے روزانہ 2,158 کلوگرام فضلہ اکٹھا ہوتا ہے۔ بقیہ فضلہ کھلی جگہ پھینک دیا جاتا ہے یا کچرا اٹھانے والے اسے لے جاتے ہیں اور کوئی ادارہ اس کچرے کی نگرانی نہیں کرتا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،30 دسمبر،صفحہ 4)

پانی

- آلودگی

21 ستمبر: راول جھیل کے ساتھ چار ٹریٹمنٹ پلانٹس کی تعمیر میں تاخیر نے راولپنڈی کے شہریوں کی صحت کو خطرات سے دوچار کردیا ہے۔ سپریم کورٹ کی ہدایت پر راول جھیل نگراں کمیٹی نے نجی کمپنی کو آلودگی کی وجوہات کا تعین کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی جس نے 2012 میں چار مقامات پر ٹریٹمنٹ پلانٹ تجویز کیے تھے جس پر تقریباً 2.4 بلین روپے لاگت آئے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،22 ستمبر،صفحہ 4)

21 ستمبر: کراچی میں نگلیر یا سے بچاؤ کے لیے کیے گئے تمام بلند و بانگ دعووں کے باوجود شہری اداروں کے اقدامات ناکافی ہیں۔ ابھی بھی ترسیل کیا جانے والا زیادہ تر پانی خطرناک اور صحت کے لیے مضر ہے۔ تازہ ترین رپورٹ میں واضح ہے کہ کراچی شہر کے مختلف علاقوں سے لیے گئے پانی کے 57 فیصد نمونوں میں کلورین کی مقدار 0.25 پارٹس پر ملین (ppm) ہے جو ضروری مقدار کی کم سے کم شرح ہے بقیہ 43 فیصد پانی کے نمونوں میں کلورین ناکافی ہے یا ہے ہی نہیں۔ یہ اعداد و شمار پچھلے دو سالوں کے اعدادوشمار

سے مختلف نہیں ہیں۔ (ڈان،22 ستمبر،صفحہ16)

24 نومبر: ایک مضمون میں پی سی آر ڈبلیو آر کے حوالے سے لکھا ہے کہ پاکستان میں کسی زمانے میں وافر پانی ہوا کرتا تھا لیکن اب ملک کو پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ اس صورت حال کی بنیادی وجوہات میں آبادی میں تیزی سے اضافہ،صنعتوں اور تجارت کا بے تحاشا بڑھنا اور پانی ذخیرہ کرنے کی سہولیات کی کمی شامل ہیں۔ پاکستان کی سرزمین پر 147 ملین ایکڑ فٹ پانی بہتا ہے جس میں سے 14.5 ملین ایکڑ فٹ جمع کیا جاتا ہے۔ جو پانی موجود ہے اسے مختلف طریقوں سے آلودہ کیا جاتا ہے اور آلودہ پانی کو صاف کرنے کے پلانٹ ناکارہ پڑے ہیں۔ لوگوں کو صاف پانی نہیں مل رہا اور زیر زمین پانی نمکین یا آلودہ ہے۔ (محمد بشیر چوہدری، ڈان،24 نومبر،صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

29 دسمبر: اسلام آباد اور راولپنڈی کے درمیان واقع راول جھیل زہر آلود ہوچکی ہے۔ پانی کا رنگ تبدیل ہوکر پیلا ہوگیا ہے اور پانی پر کائی اور فضلہ تیرتا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔جھیل میں مسلسل فضلے کی آمیزش نے پانی کا کیمیائی توازن بگاڑ دیا ہے۔ پانی میں نائٹروجن، نائیٹریٹس اور فاسفورس کی مقدار بڑھ جانے سے جھیل اور اس کے کنارے پائے جانے والے پودے اور جاندار مررہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،29 دسمبر،صفحہ6،اداریہ)

● آبی حیات

3 ستمبر: کراچی یونیورسٹی کی حالیہ تحقیق کے مطابق گڈانی کے شپ بریکنگ یارڈ میں سمندری جہازوں کا رنگ پانی میں شامل ہورہا ہے جو مچھلیوں اور دیگر سمندری حیات کی خوراک بنتا ہے اور آخر کار ہماری غذا میں شامل ہوجاتا ہے۔ ٹرائی بیٹلیٹن (TBT) رنگ سستا اور موثر ہونے کی بنا پر طویل عرصے تک استعمال ہوتا رہا ہے۔ ماحولیاتی ماہرین کی طرف سے اس کے زہریلے اثرات اجاگر کرنے پر 1980 کے آخر تک اس کے استعمال پر کچھ ممالک میں پابندی لگا دی گئی تھی۔ (ڈان، 4 ستمبر،صفحہ18)

15 ستمبر: ڈبلیو ڈبلیو ایف پاکستان نے محکمہ فشریز کے اشتراک سے مقامی ہوٹل میں ''کنزرویشن اینڈ مینجمنٹ آف شارک فشریز ان پاکستان'' کے عنوان پر ایک روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ ورکشاپ میں مقررین نے کہا کہ شارک مچھلیوں کی آبادی سمندری ماحول کو بچانے کے لیے ضروری ہے۔ شارک مچھلیوں کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہے جس کی آبادی میں 15 سالوں میں 80 فیصد کمی آئی ہے۔ (ڈان، 16 ستمبر، صفحہ 17)

23 ستمبر: چین اسمگل کیے گئے تقریباً 200 سیاہ کچھوے سکھر کے قریب واپس دریائے سندھ میں چھوڑ دیئے گئے۔ تفصیلات کے مطابق یہ کچھوے چینی حکام نے پاک چین سرحد پر ضبط کیے تھے جنہیں چین نے واپس پاکستان کے محکمہ تحفظ جنگلی حیات کے حوالے کردیئے تھے۔ انڈس ڈولفن پریزرویشن سینٹر اینڈ وائلڈ لائف کے مطابق سخت خول والے کچھووں کی آٹھ اقسام دریائے سندھ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ کچھوے دریا میں مردہ جانوروں کو کھا کر دریا کو صاف کرنے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 ستمبر، صفحہ 14)

19 اکتوبر: سال 2011 کے ایک سروے کے مطابق ملک میں اندھی ڈولفن کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس وقت دریائے سندھ میں کل 1,452 اندھی ڈولفن موجود ہیں ان میں سے 96 چشمہ بیراج اور تونسہ بیراج کی حدود میں، 465 تونسہ اور گڈو بیراج کے درمیان، 857 گڈو بیراج اور سکھر بیراج اور 34 سکھر بیراج اور کوٹری بیراج کے درمیان موجود ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 اکتوبر، صفحہ 14)

IX۔ موسمی تبدیلی

16 ستمبر: ماحول اور موسمی تبدیلی پر پہلی سندھی ڈکشنری کی حیدرآباد کے مقامی ہوٹل میں تقریب رونمائی منعقد کی گئی۔ ڈکشنری ڈبلیو ڈبلیو ایف پاکستان کے تحت پاکستان کے ساحلی علاقوں میں موسمی تبدیلی کو قبول کرنے کی صلاحیتوں میں اضافے کے لیے جاری منصوبے کے تحت ڈاکٹر علی مرتضی دھاریجو نے تحریر کی

ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر دھاریجو نے کہا کہ ٹھٹھہ اور بدین میں پہلے ہی 2.7 ملین ایکڑ زمین سمندر کے بڑھنے کی وجہ سے کٹاؤ کا شکار ہوگئی ہے۔ سندھ میں جنگلات اور ہریالی کی تباہی دیکھ کر انہوں نے سندھی میں ڈکشنری لکھنے کا فیصلہ کیا۔ (دی نیوز، 17 ستمبر، صفحہ 19)

22 ستمبر: اقوام متحدہ کے انٹرگورمنٹل پینل آن کلائمٹ چینج (IPCC) کے مطابق پاکستان 2012 میں موسمی تبدیلی سے متاثر ہونے والے ممالک میں سرفہرست تھا۔ ملک میں موسمی تبدیلی کا محکمہ معطل ہے اور اکثر اعلی عہدوں پر تقرری نہیں ہوئی جن پر اس وقت غیر تجربہ کار افسران تعینات ہیں۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

19 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق موسمی بحران ملک کی معیشت، صنعت، زراعت، ماہی گیری، حیاتیاتی تنوع، صحت، سیاحت، تجارت اور جنگلات پر قابل ذکر اثرات مرتب کررہا ہے۔ پچھلے چار سالوں سے اس بحران سے زراعت سب سے زیادہ متاثر ہورہی ہے۔ (محمد عدنان، دی نیوز، 19 اکتوبر، صفحہ 3، پولیٹکل اکنامی)

19 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق موسمی تبدیلی سے پاکستان کے شمالی علاقوں کے گلیشئرز اور مون سون بارشیں براہ راست متاثر ہورہی ہیں۔ موسمی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے مناسب طریقے سے انتظامات نہیں کیے گئے تو ملکی معیشت پر سالانہ 6 سے 14 بلین ڈالرز کا بوجھ پڑ سکتا ہے۔ (ملک امین اسلم خان، دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 اکتوبر، صفحہ 7)

20 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق موسمی تبدیلی کی وجہ سے مارگلہ کے مضافاتی علاقوں میں موسم خزاں کے دورانیے میں کمی واقع ہوئی ہے۔ (دی نیوز، 21 اکتوبر، صفحہ 3)

1 نومبر: دی ایکسپریس ٹریبیون کی ماحولیاتی خطرات پر ایک خصوصی رپورٹ میں پاکستان کے چاروں

صوبوں اور آزاد جموں و کشمیر کا موسمی تبدیلی کے حوالے سے جائزہ لیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ آئندہ سالوں میں زیادہ تواتر سے طوفان آئیں گے، پانی کی کمی اور خشک سالی کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ لوگ قحط جیسی صورت حال میں مبتلا ہوں گے، سیلاب شدید اور زمینی کٹاؤ تیز ہوگا، زراعت متاثر ہوتی رہے گی اور لوگ شہروں کی طرف منتقل ہونے پر مجبور ہوتے رہیں گے۔ رپورٹ میں سوال اٹھایا گیا ہے کہ قدرت ہمیں کچھ کہہ رہی ہے لیکن کیا ہم سن رہے ہیں؟ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 نومبر، صفحہ 2)

12 نومبر: یونیورسٹی آف ایگریکلچر پشاور نے حال ہی میں موسمی تبدیلی کا مرکز قائم کیا ہے۔ ادارے کے ڈائریکٹر ذاکر جاوید علی نے بتایا کہ یہ مرکز کسانوں کو موسمی تبدیلی کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا تاکہ وہ ان تبدیلیوں سے مطابقت پیدا کرسکیں۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 9)

عالمی حدت

6 ستمبر: گلوبل کلائمٹ چینج امپیکٹ اسٹڈی سینٹر اسلام آباد کے ڈاکٹر محمد محسن اقبال کے مطابق اگر اسی رفتار سے گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج جاری رہا تو عالمی درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں خاص طور پر جنوب مشرقی ایشیا اور پاکستان میں 2080 تک پیداوار میں 13 سے 32 فیصد تک کمی ہوسکتی ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 4)

14 نومبر: انٹرنیشنل یونین آف کنزرویشن آف نیچر (IUCN) بلوچستان چیپٹر کے منیجر فیض کاکڑ نے اخباری نمائندے سے بات چیت کے دوران بتایا کہ وادی کوئٹہ کا درجہ حرارت گرمیوں میں 44 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوتا تھا، بلوچستان کی کاریزوں میں اب پانی نہیں ہے اور کوئٹہ میں غیر قانونی طور سے ٹیوب ویل سے پانی نکالا جارہا ہے۔ شہر میں ٹیوب ویلوں کی تعداد 5,000 ہوگئی ہے اور زیر زمین پانی جو پہلے 100 سے 200 فٹ پر تھا 800 فٹ تک نیچے چلا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،

15 نومبر، صفحہ 3)

24 نومبر: محکمہ موسمیات کے چیف میٹرلوجسٹ نے ڈان اخبار کو بتایا کہ ماہرین کی ایک ٹیم نے قراقرم کے پہاڑی سلسلے کے چھ گلیشیرز کا حال ہی میں مطالعہ کیا جس کے نتائج نہایت پریشان کن نکلے۔ مثلاً ہینارچی (Hinarchi) گلیشیر 32 سالوں میں (1977 سے 2009 تک) 800 میٹر جبکہ اگلے پانچ سالوں میں مزید 300 میٹر تک کم ہوا، بالتر گلیشیر اس عرصے میں 1,500 میٹر کم ہوا، 2014 تک یہ مزید 400 میٹر گھٹ گیا اور 1977 تک بارپو (Barpu) گلیشیر 640 میٹر پگھل چکا تھا۔ (جمال شاہد، ڈان، 24 نومبر، صفحہ 4)

24 نومبر: پوٹھوہار کے کاشتکاروں کا کہنا ہے موسمی تبدیلی کی وجہ سے انھیں بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ درجہ حرارت بڑھنے اور شدید بارشوں کی وجہ سے گندم اور مکئی کی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ (ڈان، 25 نومبر، صفحہ 16)

سبز معیشت

17 اکتوبر: نیشنل الیکٹرک پاور ریگولیٹری اتھارٹی (NEPRA) نے قابل تجدید توانائی کی کمپنیوں کو بجلی کی فروخت کے رہنما اصول بیان کردیئے ہیں۔ اتھارٹی کا کہنا ہے کہ اس مسودے میں قابل تجدید توانائی کے استعمال کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے پر توجہ دی گئی ہے۔ (دی نیوز، 18 اکتوبر، صفحہ 15)

12 نومبر: اسپین کے سفیر نے کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (KCCI) کے ممبران سے ملاقات کے دوران متبادل توانائی کے لیے اسپین کی طرف سے تعاون کی پیشکش کی ہے۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 10)

13 نومبر: ایک خبر کے مطابق نومبر کے آخر میں متبادل توانائی کے شعبے میں مشترکہ منصوبوں اور شراکت

داری کے مواقع تلاش کرنے کے لیے پاکستانی کمپنیوں کا ایک وفد سوئیڈن کا دورہ کرے گا جہاں 50 فیصد توانائی متبادل ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 نومبر، صفحہ 10)

30 دسمبر: NEPRA (نیپرا) کے وائس چیئرمین حبیب اللہ کانجی کے مطابق ادارے کی سالانہ رپورٹ میں تجویز پیش کی گئی ہے کہ مستقبل میں مقامی ذرائع سے حاصل توانائی جس میں کوئلہ، پانی کے علاوہ شمسی اور ہوائی توانائی شامل ہے، میں سرمایہ کاری کے لیے مراعات دینے میں کچھ پابندیاں عائد کی جائیں کیونکہ ان ذرائع سے حاصل توانائی مہنگی پڑتی ہے۔ (دی نیوز، 31 دسمبر، صفحہ 15)

- شمسی توانائی

24 ستمبر: حکومت سندھ نے پانی صاف کرنے والے فلٹر اور ٹیوب ویل چلانے کے لیے سندھ بھر میں شمسی توانائی کا نظام نصب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق 600 شمسی پلانٹ اگلے چند مہینوں میں نصب کیے جائیں گے جبکہ مزید 600 پلانٹ اگلے سال جون تک نصب کیے جائیں گے۔ (دی نیوز، 25 ستمبر، صفحہ 14)

3 اکتوبر: آلٹرنے ٹیو انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ (AEDB) نے بخش سولر پرائیوٹ لمیٹڈ کو چولستان اور بہاولپور میں 10 میگاواٹ شمسی توانائی کی پیداوار کی منظوری دے دی ہے۔ حکومت نے اس کمپنی کو ملک کا پہلا حمایتی خط (Letter of Support) بھی عطا کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اکتوبر، صفحہ 10)

4 اکتوبر: وزیر اعلیٰ کے پی کے کے مشیر ملک قاسم خان خٹک نے ضلع کرک میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ضلع میں پینے کے پانی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے سات ملین روپے کی لاگت سے شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل نصب کیے جائینگے۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 7)

27 اکتوبر: پنجاب حکومت کی جانب سے 1,000 میگاواٹ کے شمسی توانائی پارک کو بغیر بولی لگائے چینی کمپنی کو دیئے جانے کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی گئی ہے۔ پنجاب انرجی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ جہانزیب خان نے کہا ہے کہ انرجی پالیسی 2006 کے مطابق حکومت کھلی پیشکش (اوپن ٹینڈر) وصول کرنے کی پابند نہیں ہے۔ (دی نیوز، 28 اکتوبر، صفحہ 2)

14 نومبر: پیپلز پارٹی کے رکن پنجاب اسمبلی خرم جہانگیر وٹو نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی ہے جس میں چینی کمپنی زو انرجی کے ساتھ قائد اعظم سولر پارک کے معاہدے کو منسوخ کرنے کو کہا گیا ہے۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ 5,000 ایکڑ زمین پر یازمان کے قریب چولستان میں بننے والے پارک کے معاہدے کو شفاف طریقے سے طے نہیں کیا گیا ہے۔ (ڈان، 15 نومبر، صفحہ 3)

● بائیو ماس

22 دسمبر: پاکستان میں شمسی اور ہوائی توانائی کے علاوہ گنے کے پھوک سے بھی بجلی بنانے میں پچھلے کچھ سالوں میں اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ مالی سال کے آخر تک گنے کے پھوک سے بنائی گئی بجلی 120 میگاواٹ سے زیادہ نہیں بیچی جارہی تھی لیکن حال ہی میں آدھے درجن سے زیادہ شوگر ملوں نے گنے کے پھوک سے بجلی بنانے کے لائسنس کے حصول کے لیے درخواست دی ہے۔ حکام کے مطابق گنے کے پھوک سے تیارشدہ بجلی کی پیداوار اس مالی سال کے اختتام تک کافی بڑھ جائے گی۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 22 دسمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

● بائیوگیس

8 ستمبر: پاکستان میں 80 ملین ٹن زرعی فضلہ موجود ہے جس میں 25 ملین بیرل تیل کے برابر توانائی موجود ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان کی توانائی کی ضرورت کا بڑا حصہ زرعی فضلہ فراہم کر سکتا ہے۔ اندازے کے مطابق پاکستان میں روزانہ ایک ملین ٹن جانوروں کا فضلہ پیدا ہوتا ہے جس میں سے صرف

427 ملین کلوگرام تازہ گوبر سے 745 ملین کیوبک فٹ بائیوگیس پیدا ہوسکتی ہے۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 3)

11 نومبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے بھاول نگر اور قصور میں کسانوں کو 36 بائیوگیس ٹیوب ویل پلانٹ دینے کے لیے آزمائشی منصوبہ شروع کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس منصوبے کے تحت حکومت 2.5 ایکڑ سے کم زمین رکھنے والے کسانوں کو 200,000 روپے زرتلافی بھی دے گی۔ (دی نیوز، 12 نومبر، صفحہ 3)

X۔ قدرتی بحران

21 ستمبر: ایک خبر کے مطابق نیشنل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (NDMA) ہر سال ہنگامی منصوبہ بندی کرتی ہے جس کی تفصیل تمام صوبوں کو بھیجی جاتی ہے جو پھر تمام ضلعوں کو بھی بھیج دی جاتی ہے جس پر ڈی سی او کو کسی بھی ہنگامی صورتحال کے لیے منصوبہ بندی کرنی ہوتی ہے لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ملک میں ایسے کوئی اقدامات نہیں کیے جاتے جو کسی بھی آفت سے پہلے جانی اور مالی نقصان کو کم کرنے میں مددگار ہوں۔ (ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 2)

13 اکتوبر: ملک میں موسمی بحران کی وجہ سے شعبہ زراعت سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ 1950-51 میں مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کی شراکت 53 فیصد تھی جو 1980-81 میں کم ہوکر 31 فیصد ہوگئی۔ 2012-13 میں یہ شرح تیزی سے گر کر 21.4 فیصد تک جا پہنچی ہے۔ مشیر برائے قومی سلامتی و بین الاقوامی امور سرتاج عزیز نے کہا ہے کہ ملک کو قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے سالانہ پانچ بلین ڈالرز درکار ہوتے ہیں جبکہ اس وقت بین الاقوامی برادری تین ملین ڈالرز کی امداد فراہم کرتی ہے جو اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے۔ (اشفاق بخاری، ڈان، 13 اکتوبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

خشک سالی

- سندھ

31 اگست: وزیر بہبود آبادی سندھ علی مردان شاہ نے چھاچھرو میں گندم کی تقسیم کے مرکز پر اچانک چھاپہ مارا جہاں محکمہ بحالی کی طرف سے فراہم کی گئی گندم کی بوریوں میں فہرست کے مطابق گندم وزن میں کم پائی گئی جبکہ گندم کی 25 بوریاں غائب تھیں۔ (دی نیوز، 1 ستمبر، صفحہ 16)

1 ستمبر: کراچی اور حیدرآباد کے درمیان جامشورو کے تعلقہ تھانو بولا خان میں لوگوں کو شدید غذائی قلت کا سامنا ہے۔ 56 سالہ مقامی خاتون زینت کے مطابق انسان اور جانوروں کو بارش کا انتظار ہے جو ان کی مدد کر سکتی ہے جس کے بغیر ہم اپنے بچوں کو بھوک سے نہیں بچا سکتے۔ یہاں لوگ بارش اور مال مویشیوں پر انحصار کرتے ہیں لیکن اب بارش نہ ہونے کی وجہ سے جانور مر رہے ہیں اور زمین خشک ہو چکی ہے. (دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 ستمبر، صفحہ 15)

3 ستمبر: ضلع جامشورو کے تعلقہ تھانو بولا خان نہ صرف خشک سالی سے متاثر ہے بلکہ سارے علاقے کا واحد سرکاری ہسپتال بھی بیس سال سے غیر فعال ہے۔ ہسپتال کی عمارت کے باہر لگے بورڈ کے مطابق سندھ ایرڈ زون ڈیولپمنٹ کے محکمے نے یہ ہسپتال بنیادی صحت کے مرکز کے طور پر قائم کیا تھا۔ علاقے میں طبی سہولیات کا نہ ہونا انتہائی خطرناک ہے خاص کر حاملہ عورتوں اور بچوں کے لیے۔ یہاں صرف ایک زچہ خانہ ہے جہاں خاتون ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے مقامی رہائشی جانا پسند نہیں کرتے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 ستمبر، صفحہ 15)

4 ستمبر: سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکام کو ہدایت کی ہے کہ وہ تھرپارکر میں غذائی اور طبی سہولتوں کی فراہمی سے متعلق رپورٹ پیش کریں جہاں خشک سالی نے 200 سے زیادہ انسانی جانیں لے لی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 5 ستمبر، صفحہ 15)

7 ستمبر: وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے دورہ تھرپارکر کے دوران کہا ہے کہ صوبائی حکومت تھرپارکر کے لوگوں کو مفت گندم فراہم کرے گی اور علاقے کے نوجوانوں کو ترجیحی بنیادوں پر روزگار فراہم کیا جائے گا جبکہ صحرا میں پچاس ریورس آسموسس پلانٹس (R. O Plants) کام کررہے ہیں، حکومت پانی کی قلت دور کرنے کے لیے مزید 100 پلانٹ لگانے کی منصوبہ بندی کررہی ہے۔ ضلعی ہسپتال تھرپارکر میں ڈاکٹروں کو تعینات کردیا گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر آصف اکرام کے مطابق اگلے دو ہفتوں میں 253,580 خاندانوں کو 126,790 گندم کی بوریاں مل جائیں گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 ستمبر، صفحہ 14)

8 ستمبر: تھرپارکر پر تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے سینیٹر تاج حیدر نے چیئرمین پیپلز پارٹی کو بتایا کہ دودھ اکھٹا کرنے کے بیس مراکز تھر کے مختلف علاقوں میں قائم کیے جائیں گے جن سے روزانہ 15,000 لٹر دودھ اکھٹا کیا جاسکے گا اور کسانوں کو آن لائن (online) ادائیگیاں کی جائیں گی۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 18)

22 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق تھر پارکر میں بچوں کی اموات کی شرح بڑھ رہی ہے۔ رواں برس اپریل سے اب تک 248 بچے جاں بحق ہوچکے ہیں۔ اس سے قبل دسمبر 2013 سے مارچ 2014 کے دوران 200 بچے غذائی قلت کے باعث جاں بحق ہوگئے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 اکتوبر، صفحہ 3)

28 اکتوبر: ایک مقامی این جی او کے مطابق پچھلے دس ماہ کے دوران تھر پارکر میں 40 افراد نے خودکشی کی۔ ان میں سے دو عورتوں نے اپنے بچوں سمیت خودکشی کرلی۔ ماہرین نفسیات نے بھی تھر میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی تصدیق کی ہے۔ ماہرین ذہنی دباؤ کو اس رجحان کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 اکتوبر، صفحہ 1)

30 اکتوبر: تھر میں خشک سالی کے سبب 234 افراد کی اموات اور انتظامیہ کی غفلت کے بارے میں تحقیقات کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن تشکیل دیا گیا ہے۔ تھر کے رہائشیوں کا کہنا ہے کہ ہر سال کئی افراد

جاں بحق ہوتے ہیں ذرائع ابلاغ پر صرف مٹھی ہسپتال میں ہونے والی اموات کا ذکر ہوتا ہے۔ سال 2011 میں 439 افراد جاں بحق ہوئے تھے، 2013 میں 588 اور 2014 میں 234 افراد جاں بحق ہوئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 31 اکتوبر، صفحہ 12)

2 نومبر: کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے سینیٹر تاج حیدر نے کہا ہے کہ خشک سالی سے متاثر تھرپارکر میں صوبائی حکومت کے بحالی کے اقدامات کی وجہ سے بچوں کی اموات کی شرح 1,000 میں سے 45 یا 50 ہوگئی ہے جبکہ ملکی شرح اس حوالے سے 1,000 میں سے 65 ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذرائع ابلاغ کی تمام رپورٹیں اس حوالے سے درست نہیں۔ مزید یہ کہ خشک سالی سے متاثرہ خاندانوں میں 50,000 گندم کے تھیلے تقسیم ہو چکے ہیں اور ضلع کی 50 یونین کونسلوں میں بنیادی صحت کے مراکز کو پبلک پرائیوٹ پارٹنر شپ کے تحت فعال کردیا گیا ہے اس کے علاوہ تعلقہ اور ضلعی ہسپتالوں کو بھی بہتر بنا دیا گیا ہے۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 17)

3 نومبر: محکمہ صحت کے افسران کے مطابق تھرپارکر میں پچھلے مہینے پانچ سال سے کم عمر 27 بچے غذائی کمی کی وجہ سے جاں بحق ہوئے جبکہ دیگر ذرائع ان کی تعداد 36 بتارہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 نومبر، صفحہ 13)

6 نومبر: آصف علی زرداری کی ہدایت پر صوبائی وزیر منظور حسین وسان کی تھرپارکر پر تیار کردہ رپورٹ کے مطابق تھر میں حالیہ خشک سالی سے 470 افراد، جن میں 300 بچے بھی شامل ہیں اور 10,000 جانور، ہلاک ہوئے ہیں۔ رپورٹ میں مختلف سرکاری محکموں کے افسران کو اس صورت حال کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ (ڈان، 7 نومبر، صفحہ 1)

7 نومبر: پیپلز پارٹی کے میڈیا سیل کے ایک بیان میں سندھ کے وزیر منظور وسان نے تھر میں خشک سالی

کے حوالے سے ان کے نام سے جاری ہونے والی انکوائری رپورٹ کو جعلی قرار دیا ہے۔ (ڈان، 8 نومبر، صفحہ 1)

7 نومبر: کراچی میں FIF (ایف آئی ایف) اور ڈبلیو ڈبلیو ایف کے کلائمٹ چینج ایڈاپشن منصوبے کے تعاون سے ''رین واٹر ہارویسٹنگ'' (بارش کے پانی کو جمع کرکے استعمال میں لانے) پر ہونے والے پروگرام کے موقع پر مقررین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ تواتر سے خشک سالی کے پیش نظر تھر کے علاقے چھاچھرو اور کوہستان میں ضروری ہے کہ بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے کارگر طریقہ کار کو اپنایا جائے۔ (دی نیوز، 8 نومبر، صفحہ 14)

7 نومبر: ضلعی انتظامیہ کی تیار کردہ فہرست کے مطابق پچھلے گیارہ مہینوں میں تھر میں خشک سالی اور طبی سہولیات کی کمی کی وجہ سے 275 بچے جاں بحق ہو چکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 نومبر، صفحہ 1)

9 نومبر: کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے تھر پارکر ریلیف کمیٹی کے رابطہ کار سینیٹر تاج حیدر نے کہا ہے کہ سندھ حکومت تھر میں خشک سالی کی وجہ سے درپیش عوامی مسائل سے پوری طرح باخبر ہے۔ حکومت سندھ اس حوالے سے ایک مکمل لائحہ عمل تیار کر چکی ہے جس کے تحت 912 R. O Plants (آر او پلانٹس) اور طبی سہولیات تھر کے باسیوں کو ہنگامی بنیاد پر دی جا رہی ہیں۔ (ڈان، 9 نومبر، صفحہ 19)

11 نومبر: سندھ اسمبلی نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ پارلیمانی کمیٹی بنائے جو تھر کا دورہ کرکے حالات کا جائزہ لینے کے بعد تجاویز دے تاکہ دوبارہ ایسے حالات سے بچا جا سکے۔ (ڈان، 12 نومبر، صفحہ 19)

12 نومبر: وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ نے حیدرآباد میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ تھر پارکر میں بچوں کی اموات کی وجہ بھوک یا خوراک کی کمی نہیں ہے بلکہ زیادہ تر اموات کی وجہ

زچگی کے دوران پیچیدگی ہے۔ (دی نیوز،13 نومبر،صفحہ12)

13 نومبر: ڈپٹی کمشنر جامشورو سہیل ادیب بچائیو نے حیدرآباد میں NDMA (این ڈی ایم اے) کے افسران کو کوہستان کے خشک سالی سے متاثر علاقوں میں بحالی کے کاموں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا ہے کہ صوبائی حکومت نے جامشورو ضلع کی 20 یونین کونسلوں کے 116 دیہات خشک سالی سے متاثر قرار دیئے ہیں۔ متاثرہ لوگوں کو 16,676 گندم کی بوریوں میں سے 11,747 تقسیم کی جاچکی ہیں۔ (ڈان،14 نومبر، صفحہ19)

14 نومبر: سندھ ہائی کورٹ کے دو رکنی بینچ نے چیف جسٹس مقبول باقر کی سربراہی میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ تھرپارکر اور عمرکورٹ کو حکم دیا ہے کہ وہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے تھر میں کی گئی امدادی سرگرمیوں کی رپورٹ 25 نومبر تک عدالت میں جمع کرائیں۔ (ڈان،15 نومبر،صفحہ18)

18 نومبر: تھرپارکر کے مختلف علاقوں میں مزید آٹھ بچے جاں بحق ہوگئے۔ پچھلے 49 دنوں میں مرنے والوں کی تعداد 96 ہوگئی ہے جن میں 89 بچے بھی شامل ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون،19 نومبر،صفحہ13)

19 نومبر: پیپلز پارٹی نے اس سال تھر میں 300 بچوں کی اموات کی تصدیق کردی۔ خشک سالی اور مال مویشیوں کو لگنے والی بیماریوں نے حالات کو بدتر کردیا ہے۔ بچوں کی اموات کی وجہ غذائی کمی اور ساتھ ہی نمونیا اور ڈائریا جیسی بیماریاں بھی ہیں۔ (دی نیوز،20 نومبر،صفحہ12)

20 نومبر: جماعت الدعوہ کے تحت چلنے والا فلاحی ادارہ فلاح انسانیت نے پاکستان تحریک انصاف کے تعاون سے تھر کے علاقے اسلام کوٹ کے گاؤں سرنگھو میں 130 فٹ گہرا کنواں کھودا ہے جو مقامی رہائشیوں کو پینے کا میٹھا پانی فراہم کریگا۔ اس منصوبے پر 185,000 روپے لاگت آئی ہے۔ (ڈان،21

نومبر، صفحہ 16)

23 نومبر: ایک مضمون کے مطابق دنیا بھر میں اوسط سالانہ بارش 250 ملی میٹر سے کم ہوئی ہے۔ سندھ میں تھر کا علاقہ اور بھارتی ریاست راجستھان کے علاقے 10 سے 11 برسوں سے شدید خشک سالی کا شکار ہیں۔ (شوکت علی راہامو، ڈان، 23 نومبر، صفحہ 9)

24 نومبر: ایک خبر کے مطابق تھر کی 40 فیصد آبادی خشک سالی کی وجہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر بیراج والے علاقوں کی طرف نقل مکانی کر چکی ہے۔ ساتویں مرتبہ وزیر بننے والے مقامی ایم پی اے کھاٹومل جیون کا کہنا ہے کہ علاقے میں پانی کے قلت کے پیش نظر 67 آر او پلانٹس لگائے گئے ہیں جن میں سے آدھے فعال ہیں۔ مزید 315 پلانٹس لگائے جائیں گے جن کی مالیت 20 ملین روپے ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 نومبر، صفحہ 13)

25 نومبر: تھر پارکر کے مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ تھر میں بچے بھوک اور غذائی قلت کی وجہ سے مرتے ہیں۔ مائیں غذا کی قلت کی وجہ سے جسمانی کمزوری کا شکار ہیں اور غیر صحت مند بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی طرف سے بچوں کی اموات کی ذمہ داری دائیوں پر عائد کرنے میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لیے الزامات لگا رہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 26 نومبر، صفحہ 12)

21 دسمبر: لیاقت یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسس، جامشورو کی ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر طبی عملے پر مشتمل 230 اراکین کی ٹیم صحرائے تھر پہنچی جنہیں پولیس کے ذریعے زبردستی واپس بھیج دیا گیا۔ یہ ٹیم اپنے ساتھ دوائیں، غذائی اشیاء اور کپڑے لے کر گئی تھی جسے چار دن تک تھر پارکر کی چھ تحصیلوں میں کیمپ لگانا تھا۔ اس ٹیم کو مریضوں کے علاج کے علاوہ بچوں اور حاملہ عورتوں پر سروے بھی کرنا تھا۔ تھر پارکر سے پیپلز پارٹی کے رکن سندھ اسمبلی ڈاکٹر مہیش ملانی نے اس واقعے پر کہا ہے کہ یونیورسٹی کی ٹیم وہاں

سندھ حکومت کو بدنام کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی وہ لوگ ڈاکٹر بھی نہیں تھے ان کی ٹیم چند طالب علموں پر مشتمل تھی۔ (دی نیوز، 21 دسمبر، صفحہ 26)

22 دسمبر: حکومت سندھ نے تسلیم کیا ہے کہ خشک سالی سے متاثرہ تھرپارکر میں 12 مہینوں میں 344 بچے جاں بحق ہوئے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر تھرپارکر آصف جمیل نے کہا ہے کہ 344 بچے، 105 مرد اور 120 عورتیں دسمبر 2013 تک جاں بحق ہوئے ہیں لیکن ان کا دعوی ہے کہ ان تمام لوگوں کی موت کی وجہ بیماری تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 دسمبر، صفحہ 13)

27 دسمبر: ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے تھرپارکر کے دورے کے بعد جاری کیے گئے اپنے بیان میں کہا ہے کہ تھرپارکر کے عوام کے مصائب کم کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ تھرپارکر میں سرگرم سماجی کارکن رحیمو نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ یہ سچ ہے کہ تھر میں خشک سالی قدرتی عمل ہے لیکن اسے آفت بنا دیا گیا، حکومت کی طرف سے سرکاری سطح پر ضروری اقدامات نہیں کیے گئے۔ انہوں نے دعوی کیا کہ تھرپارکر میں غربت کی وجہ سے گزشتہ سال کی نسبت خودکشی کے واقعات 40 فیصد بڑھ گئے ہیں۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 19)

● بلوچستان

27 دسمبر: صوبائی وزیر ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی بلوچستان میر سرفراز بگٹی نے خبردار کیا ہے کہ صوبے کو بارشیں اور برفباری نہ ہونے کی وجہ سے شدید خشک سالی کا سامنا ہے۔ ڈپٹی کمشنرز کو رپورٹ جاری کردی گئی ہے۔ حکام کے مطابق محکمہ موسمیات نے رپورٹ کی تصدیق کردی ہے اور وزیراعلیٰ سمیت تمام متعلقہ اداروں کو آگاہ کردیا گیا ہے کہ وہ خشک سالی سے نمٹنے کے لیے حکمت عملی تیار کرلیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 دسمبر، صفحہ 1)

سیلاب

9 ستمبر: این ڈی ایم اے کے مطابق بارشوں اور سیلاب سے اب تک 231 افراد ہلاک اور 401 زخمی ہوے ہیں۔ انسانی جانی نقصان کے ساتھ 3,281 مویشی بھی ہلاک ہوگئے جبکہ پنجاب میں 1,337 دیہات کے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد بے گھر ہوگئے ہیں۔ (ڈان،10 ستمبر،صفحہ 5)

9 ستمبر: 1950 سے 9 ستمبر، 2014 تک پاکستان نے تقریباً دو درجن بڑے سیلابوں کا سامنا کیا ہے جس نے 11,500 قیمتی انسانی جانوں کے علاوہ مجموعی طور پر چھ لاکھ مربع کلومیٹر کا علاقہ بھی متاثر کیا۔ صرف 2010 کے سیلاب نے ہی 43 بلین ڈالرز کا نقصان پہنچایا جو ملک کی دو سالوں کی برآمدات کے برابر ہے۔ مرکزی کمیشن برائے سیلاب کی رپورٹ کے مطابق 2012 تک سیلاب کی تباہ کاری سے 11,239 ہلاکتیں ہوئیں۔ اس کے علاوہ 180,234 دیہات اور 599,459 مربع کلومیٹر کا علاقہ متاثر ہوا۔ (دی نیوز، 10 ستمبر،صفحہ 2)

15 ستمبر: حکومتی ادارے، ماہرین معاشیات اور دیگر ماہرین ملک میں بارشوں اور سیلاب سے معیشت پر پڑنے والے بوجھ کا اندازہ لگانے کی کوشش کررہے ہیں جبکہ پنجاب حکومت نے سیلاب سے ہونے والے نقصانات کا تخمینہ 300 ارب روپے لگایا ہے۔ ماہرین متفق ہیں کہ سیلاب سے ہونے والی تباہی حکومتی آمدنی کم ہونے، مہنگائی بڑھنے، ترقیاتی اہداف کو متاثر کرنے کے لیے کافی بڑی وجہ ہے۔ 2010 کے سیلاب کے بعد مجموعی قومی پیداوار 4.5 فیصد ہدف کے مقابلے 2.6 فیصد پر آ گئی تھی۔ (ناصر جمیل، ڈان، 15 ستمبر، صفحہ 1، بزنس اینڈ فنانس)

16 ستمبر: اقوام متحدہ کا آفس فار دی کوآرڈینشن آف ہیومنٹیرین افیئرز (OCHA) نے صوبائی حکومت کے تعاون سے حالیہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں نقصانات کا اندازہ لگانے کے لیے سروے شروع کردیا ہے جس کی ابتدائی رپورٹ ستمبر کے آخر تک منظرعام پر آنے کا امکان ہے۔ مالی اور معاشی ماہرین کو

خدشہ ہے کہ سیلاب سے پاکستانی معیشت کو 14 سے 15 بلین ڈالرز کا نقصان ہوسکتا ہے۔ (دی نیوز، 17 ستمبر، صفحہ 2)

28 ستمبر: این ڈی ایم اے کے مطابق 2,413,663 ایکڑ پر کاشت کی گئی فصلیں حالیہ موسمی شدت اور سیلاب سے متاثر ہوئی ہیں۔ مکئی، گنا، سبزیاں اور چارے کی فصل سمیت اہم ترین فصلیں کپاس اور چاول کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ (ہارون اکرم سہگل، دی نیوز، 28 ستمبر، صفحہ 1، پولیٹکل اکنامی)

23 اکتوبر: سیلاب سے بچنے اور مناسب انتظامات کے لیے ایک بل وزارت پانی وبجلی کے پاس جمع کرایا گیا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ وزارت پانی وبجلی کے حکام نے تمام متعلقہ محکموں خصوصاً تمام صوبوں کے آبپاشی کے محکموں کو تبصرے اور تجاویز دینے کی دعوت دی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 اکتوبر، صفحہ 3)

30 اکتوبر: جنگ اکنامک سیشن میں بات چیت کرتے ہوئے ماہرین نے کہا ہے کہ رواں برس سیلاب سے سب سے زیادہ کسان متاثر ہوئے۔ حکومت کی ناقص منصوبہ بندی سے نقصانات میں اضافہ ہوا۔ سیلاب ہر سال آتا ہے مگر وقت پر منصوبہ بندی نہ کرنے کی وجہ سے نقصانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سیلاب کی وجہ سے معیشت کو 240 بلین روپے کا نقصان ہوا، 15,000 مال مویشی ہلاک ہوگئے اور 45,000 گھر تباہ ہوگئے۔ (دی نیوز، 31 اکتوبر، صفحہ 5)

15 نومبر: UNDP (یو این ڈی پی) اور این ڈی ایم اے کی مشترکہ تجزیاتی رپورٹ کے مطابق رواں برس سیلاب سے 250,000 کسان شدید متاثر ہوئے۔ ایک اندازے کہ مطابق ان کاشتکاروں کی ابتدائی زرعی سرگرمیوں کی بحالی کے لیے دس ارب روپے درکار ہیں۔ مال مویشی کسانوں کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں اور سیلاب کی وجہ سے تقریباً 1,925 جانور ہلاک ہوگئے۔ شعبہ مال مویشی کی بحالی کے لیے 233.47 ملین روپے درکار ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 37 فیصد خاندانوں کی ذخیرہ شدہ خوراک سیلاب

میں بہہ گئی اور 62 فیصد خاندانوں کا کہنا ہے کہ ان کے پاس خوراک حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 نومبر، صفحہ 9)

● آزاد کشمیر

5 ستمبر: بھارت پر مون سون کے کم دباؤ کی وجہ سے پنجاب، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور کے پی کے میں جاری موسلا دھار بارشوں سے 85 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں سے آنے والی اطلاعات کے مطابق بڑی تعداد میں فصلوں، مویشیوں اور املاک کو نقصان پہنچا ہے۔ (ڈان، 6 ستمبر، صفحہ 1)

7 ستمبر: روایتی حریف بھارت اور پاکستان نے جموں و کشمیر میں لائن آف کنٹرول کے دونوں طرف بارشوں سے ہوئی تباہی پر بحالی کے کاموں میں مدد کی پیشکش کی ہے۔ دونوں ممالک کے وزرائے اعظم نے لائن آف کنٹرول کے دونوں جانب ہونے والے جانی نقصان پر دکھ کا اظہار کیا ہے۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 1)

8 ستمبر: سلاب انتظامیہ کمیٹی کے اجلاس میں متعلقہ محکموں کے نمائندوں کو بتایا گیا کہ پاکستان انڈس واٹر کمیشن کو بھارتی حکام نے آگاہ کردیا تھا کہ 1.25 ملین کیوسک پانی کا ریلا اکھنور (مقبوضہ کشمیر) سے گزرے گا لیکن اس تنبیہ کو غیر حقیقی تصور کیا گیا۔ (ڈان، 9 ستمبر، صفحہ 3)

8 ستمبر: وزیر اعظم نواز شریف نے راولا کوٹ آزاد کشمیر میں سیلاب متاثرین میں چیک تقسیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت مقبوضہ کشمیر میں بھی سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ چیف سیکرٹری آزاد جموں و کشمیر نے وزیر اعظم کو تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ سیلاب سے 64 افراد ہلاک اور 109 زخمی ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر 24,000 افراد بے گھر ہوگئے ہیں، 1,800 گھر مکمل تباہ ہو گئے ہیں، 10 پُل اور نو چھوٹے پن بجلی منصوبے متاثر ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 ستمبر، صفحہ 12)

16 ستمبر: دفتر خارجہ پاکستان کو لائن آف کنٹرول سے جوائنٹ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (JCCI) آزاد جموں و کشمیر کی طرف سے درخواست موصول ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ صورتحال کا تقاضہ ہے کہ سیاست کو بالائے طاق رکھ کر سرحد کے دونوں اطراف انسانی جانوں کو بچایا جائے۔ چیمبر نے گزارش کی ہے کہ پاکستان فوری طور پر بھارتی وزارت خارجہ سے سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے ساتھ مل کر کام کرنے کا معاملہ اٹھائے۔ (دی نیوز، 17 ستمبر، صفحہ 5)

21 ستمبر: آزاد جموں و کشمیر کے وزیر خزانہ چوہدری لطیف اکبر نے پریس کانفرنس میں بھارتی حکومت پر مقبوضہ کشمیر میں اقوام متحدہ اور دیگر عالمی امدادی اداروں کو کام کرنے کی اجازت نہ دینے پر نکتہ چینی کی ہے اور اسلام آباد سے کہا ہے کہ وہ اس معاملے کو عالمی سطح پر اٹھائے۔ (ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 5)

24 ستمبر: سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے امور کشمیر و گلگت بلتستان نے مقبوضہ کشمیر میں سیلاب متاثرین کے لیے امدادی کام نہ ہونے پر دفتر خارجہ کے ذریعے بھارت سے باضابطہ احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اراکین کمیٹی نے کہا ہے کہ بھارت کو سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے اپنا امتیازی رویہ ترک کرنا چاہیے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 ستمبر، صفحہ 9)

● پنجاب

6 ستمبر: بارشوں اور دریائے چناب میں سیلاب نے مزید 36 جانیں لے لی ہیں۔ فلڈ فورکاسٹنگ ڈویژن (FFD) نے حکام کو گجرات، فیصل آباد، نارووال، منڈی بہاؤالدین، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ اضلاع میں نقصانات سے بچنے کے لیے پیشگی انتظامات کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ حکام کے مطابق خانکی اور قادرآباد میں شگاف ڈالنے پڑیں گے تاکہ بیراجوں کو حالیہ نو لاکھ کیوسک پانی کے ریلے سے بچایا جاسکے۔ دونوں بیراجوں کی استعداد آٹھ لاکھ کیوسک پانی ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 1)

6 ستمبر: چیئرمین این ڈی ایم اے میجر جنرل محمد سعید علیم نے بحالی کے کاموں کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا ہے کہ راولپنڈی اور لاہور ڈویژن شدید سیلابی صورتحال کا سامنا کررہے ہیں۔ پچھلے 48 گھنٹوں میں شدید بارشوں کی وجہ سے آزاد کشمیر اورشمال مشرقی پنجاب میں سیلاب آیا جس سے پنجاب میں 110 ہلاکتیں اور 148 افراد زخمی ہوئے جبکہ 650 گھر بارشوں سے ہونے والے حادثات میں تباہ ہوگئے۔ ادارے نے سیلاب سے متاثرہ شہروں میں امدادی اشیاء بھیجی ہیں جن کا اطمینان بخش ذخیرہ موجود ہے۔ (ڈان، 7 ستمبر، صفحہ 3)

7 ستمبر: حکومت پنجاب نے صوبے میں سیلاب کے پیش نظر ہنگامی حالات کا اعلان کردیا ہے۔ پنجاب بھر میں 700 سے زیادہ دیہات زیرآب آگئے ہیں جس سے ہزاروں ایکڑ پر کھڑی فصلیں مکمل تباہ ہوگئی ہیں۔ سیالکوٹ، گوجرانوالہ، حافظ آباد ضلعوں میں سیلاب نے تباہی مچادی ہے اکثر علاقوں کا ملک بھر سے رابطہ منقطع ہوگیا ہے۔ (دی نیوز، 8 ستمبر، صفحہ 1)

7 ستمبر: FFD (ایف ایف ڈی) نے پیشنگوئی کی ہے کہ دریائے سندھ میں اونچے درجے کا سیلاب 13 سے 14 ستمبر کے درمیان گڈو اور 15 ستمبر کو سکھر کے مقام پر ہوگا۔ محکمے نے متعلقہ حکام سے درخواست کی ہے کہ جانی و مالی نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔ دوسری طرف پنجاب کے علاقے وزیرآباد، حافظ آباد، چنیوٹ اور منڈی بہاوالدین میں لوگ مدد کے منتظر ہیں جہاں آٹھ افراد ہلاک ہوگئے ہیں اور مزید ہلاکتوں کا خدشہ ہے۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 1)

7 ستمبر: وزیراعلی پنجاب نے فوری طور پر سیلاب سے متاثرہ اضلاع میں امدادی کاموں کے لیے 100 ملین روپے جاری کردیئے ہیں۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 2)

7 ستمبر: احمد پور سیال اور اٹھارہ ہزاری کی تقریباً 80 فیصد آبادی نے جھنگ شہر کو بچانے کے لیے تریمو

ہیڈورکس اور بند میں شگاف ڈالنے کی خبروں کے بعد اپنے مویشیوں اور قیمتی اشیاء کے ساتھ علاقہ خالی کردیا ہے۔ ضلعی رابطہ کار افسر زاہد سلیم کے مطابق جو لوگ علاقہ خالی نہیں کررہے انہیں پولیس کی مدد سے منتقل کیا جائے گا۔ (ڈان، 8 ستمبر، صفحہ 2)

8 ستمبر: آبپاشی حکام نے ضلع جھنگ میں دریائے جہلم اور چناب میں سیلاب کے باعث تریمو ہیڈ ورکس پر پانی کی سطح بڑھنے پر ہنگامی حالت کا اعلان کردیا ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے جھنگ کی شہری آبادی کو بچانے کے لیے اٹھارہ ہزاری بند توڑنے کی ہنگامی منصوبہ بندی کرلی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 ستمبر، صفحہ 1)

8 ستمبر: لاہور میں کابینہ کمیٹی نے سیلاب سے جاں بحق ہونے والوں کو فی کس 16 لاکھ روپے امداد دینے کی سفارش کی ہے۔ امید کی جارہی ہے کہ وزیراعلی اس فیصلے کی منظوری دے دیں گے۔ (دی نیوز، 9 ستمبر، صفحہ 2)

8 ستمبر: چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے سیلاب شجاع خانزادہ نے کہا ہے کہ حکومت پنجاب کو اس سال اتنی شدید بارشوں کی توقع نہیں تھی۔ حکومت کو پہلی سیلاب وارننگ یکم ستمبر اور دوسری تین ستمبر کو موصول ہوئی جبکہ بھارت نے ہمیں دریاؤں کے بہاؤ کی معلومات دے دی تھیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 ستمبر، صفحہ 5)

9 ستمبر: موسلادھار بارشوں کے بعد سیلاب نے مرکزی پنجاب کو ڈبو دیا جس سے کئی اہم فصلوں کی پیداوار کم ہونے کا خدشہ ہے جس کے نتیجے میں غذائی اجناس کی قلت اور قیمتوں میں اضافے کا خطرہ ہے۔ بھاری بارشوں سے دوسری فصلوں کے ساتھ کپاس اور چاول کی پنیری بھی تباہ ہوچکی ہے جس سے اکثر کسانوں کو بڑے پیمانے پر نقصان کا سامنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 ستمبر، صفحہ 10)

10 ستمبر: پنجاب میں اٹھارہ ہزاری بند کو دھماکے سے توڑ دیا گیا۔ محکمہ آبپاشی حکام کے مطابق پانی کی سطح

انتہائی بلند تھی۔ جھنگ اور تریمو ہیڈورکس کو بچانے کے لیے اٹھارہ ہزاری بند توڑا گیا جس کی وجہ سے وہ جھنگ شہر میں سیلابی پانی کو روکنے میں کامیاب رہے۔ بند ٹوٹنے کے بعد اٹھارہ ہزاری اور احمد پور سیال زیرآب آگئے جس سے ہزاروں ایکڑ پر فصلیں متاثر ہوئی ہیں۔ دونوں علاقے پہلے ہی خالی کرا لیے گئے تھے۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 1)

15 ستمبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ حکومت سیلاب سے متاثر لوگوں کے نقصانات کا ازالہ کرے گی۔ حکومت کسانوں کو بیج، کھاد اور زرعی ادویات فراہم کرے گی اور سیلاب سے متاثرہ مکانات دوبارہ تعمیر کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ 5)

15 ستمبر: این ڈی ایم اے کے مطابق سیلابی پانی کے مظفر گڑھ میں داخل ہونے کے بعد ملک میں سیلاب سے مرنے والوں کی تعداد 312 ہوگئی ہے۔ 2.3 ملین افراد سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں جبکہ اندازاً 1.9 ملین ایکڑ پر فصلیں متاثر ہوئی ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 ستمبر، صفحہ 1)

16 ستمبر: علی پور، اوچ شریف، رحیم یار خان، خان پور اور راجن پور کے سینکڑوں دیہات سیلابی پانی داخل ہونے کے بعد زیرآب آگئے ہیں۔ اس دوران مزید چھ افراد ضلع مظفر گڑھ میں اپنا سامان محفوظ مقام پر منتقل کرتے ہوئے ڈوب گئے۔ حافظ آباد کی ضلعی انتظامیہ نے دریائے چناب میں 10 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کردی ہے جبکہ مختلف دیہات کے تقریباً 100 افراد بھی لاپتہ ہیں۔ (دی نیوز، 17 ستمبر، صفحہ 1)

16 ستمبر: وزیراعظم نواز شریف نے خورشید آباد میں سیلاب متاثرین کے کیمپ کے دورے کے دوران وعدہ کیا ہے کہ حکومت سیلاب سے ہونے والے تمام نقصانات کی تلافی کرے گی اور متاثرین کی امداد بڑھا کر زیادہ سے زیادہ مدد فراہم کرے گی۔ (دی نیوز، 17 ستمبر، صفحہ 1)

17 ستمبر: پنجاب میں حالیہ سیلاب سے 2,000 سے زیادہ اسکول متاثر ہوئے ہیں۔ محکمہ تعلیم کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق 1,941 اسکول کی عمارتیں بشمول 1,700 پرائمری اسکول سیلابی پانی سے متاثر ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 ستمبر، صفحہ 5)

17 ستمبر: پنجاب فلڈ ریلیف ڈیش بورڈ کے اعداد و شمار کے مطابق روزانہ سانس کے مرض میں مبتلا تقریباً 5,000 اور پیٹ کے امراض میں مبتلا 2,500 مریض سامنے آرہے ہیں۔ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں روزانہ 2,500 سے زیادہ افراد جراثیمی بخار (وائرل انفیکشن) کا شکار ہورہے ہیں۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 2)

18 ستمبر: جنوبی پنجاب کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں خانیوال، ملتان، بھاولپور، مظفرگڑھ، راجن پور اور رحیم یار خان اضلاع میں سیلابی پانی کم ہونا شروع ہوگیا ہے۔ کچھ امدادی کیمپوں سے متاثرین نے اپنے علاقوں کو واپس جانا شروع کردیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 ستمبر، صفحہ 1)

18 ستمبر: چیئرمین پیپلز پارٹی بلاول بھٹو زرداری نے سیلاب سے متاثرہ ضلع چنیوٹ کا دورہ کیا ہے۔ اس موقع پر چیئرمین نے سیلاب متاثرین کی رہائشی ضروریات پوری کرنے کے لیے فوری طور پر 50 ملین روپے مالیت کے خیمے خریدنے کا حکم دیا۔ (ڈان، 19 ستمبر، صفحہ 2)

20 ستمبر: اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایگریکلچرل انفارمیشن (زرعی معلومات) کے مطابق مظفرگڑھ میں 103,000 ایکڑ اور ملتان میں 116,613 ایکڑ زمین پر 70 فیصد کپاس اور دیگر فصلیں تباہ ہوگئی ہیں۔ موضع لال پور کے ایک کسان کا کہنا ہے کہ سیاسی مفادات اور بدانتظامی نے ہمیں اس حال پر پہنچایا ہے۔ غلط وقت پر غلط جگہ پر بند توڑنے کے نتیجے میں ہماری کٹائی کے لیے تیار فصلیں تباہ ہوگئیں ہیں۔ (دی نیوز، 21 ستمبر، صفحہ 29)

20 ستمبر: این ڈی ایم اے نے کہا ہے کہ ہیلی کاپٹر اور کشتیوں سے 50,000 افراد کو جنوبی پنجاب میں سینکڑوں دیہات ڈوب جانے کے بعد نکالا گیا ہے۔ بارشوں اور سیلاب سے پنجاب سمیت پورے ملک میں مرنے والوں کی تعداد 346 ہوگئی ہے۔ (دی نیوز، 21 ستمبر، صفحہ 5)

22 ستمبر: پنجاب میں سیلاب نے ملتان، خانیوال، مظفر گڑھ، رحیم یار خان اور بھاولپور اضلاع میں آم کے باغات کو شدید متاثر کیا ہے جس سے درختوں میں بیماریوں کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ باغات میں زیادہ عرصے تک پانی کا کھڑے رہنا فصلوں کے لیے خطرناک ہوسکتا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

6 اکتوبر: حالیہ سیلاب کی وجہ سے ہونے والی تباہ کاریوں کے لیے کاشتکار بینکوں سے زرعی قرضوں کا مطالبہ کررہے ہیں۔ 2010 کے سیلاب متاثرین کے لیے ایس بی پی نے زرتلافی کی حامل مختلف اسکیمیں متعارف کرائی تھیں۔ اس سیلاب کے بعد بھی متاثرین اس قسم کی زرتلافی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق سیلاب سے اس سال پنجاب میں 2.5 ملین ایکڑ زمین پر کاشت کی گئی فصل تباہ ہوگئی، 250 پولٹری فارم تباہ ہوگئے اور 15,000 مویشی ہلاک ہوگئے ہیں۔ (محی الدین عظیم، ڈان، 6 اکتوبر، صفحہ 1، بزنس اینڈ فنانس)

21 اکتوبر: ایک اندازے کے مطابق اس سال مون سون بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے صوبہ پنجاب میں 2.413 ملین ایکڑ کاشت کی گئی زمین متاثر ہوئی۔ متاثرہ 5 اضلاع میں خوراک کی عدم دستیابی کا خدشہ ہے۔ زراعت کو پہنچنے والا نقصان ناقابل تلافی ہے کیونکہ سیلاب فصل کی کٹائی کے وقت آیا تھا۔ (ڈان، 22 اکتوبر، صفحہ 10)

26 اکتوبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے کہا ہے کہ وہ تمام افراد جن کے گھر، کھیت، مال مویشی اور

معاشی ذرائع سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں ان کی بحالی کے لیے امداد جاری ہے۔ اب تک 83,557 متاثرہ خاندانوں کو مالی معاوضہ دیا جاچکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 اکتوبر، صفحہ 5)

16 نومبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے سیلاب متاثرین کے حوالے سے اجلاس میں کہا ہے کہ ان کی حکومت نے سیلاب متاثرین کے لیے 16 بلین روپے کی امداد دی ہے۔ سہولیات سے محروم خاندانوں کے لیے امداد شفاف طریقے سے فراہم کی جارہی ہے۔ (دی نیوز، 17 نومبر، صفحہ 3)

9 نومبر: ترجمان حکومت پنجاب کے مطابق حالیہ سیلاب سے متاثر ہونے والوں کو معاوضہ دینے کا دوسرا مرحلہ 10 نومبر کو شروع ہوگا جس میں 11.72 بلین روپے تقسیم کیے جائیں گے جبکہ پچھلے مرحلے میں 4.3 بلین روپے تقسیم ہوچکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 10 نومبر، صفحہ 5)

21 نومبر: وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے صوبائی کابینہ کے اجلاس کے دوران بتایا کہ پنجاب حکومت متاثرین کی بحالی مہینوں کے بجائے چند دنوں میں کریگی۔ اب تک حکومت نے سیلاب متاثرین کی امداد کے دوسرے مرحلے میں 275,000 افراد میں 9.75 بلین روپے تقسیم کیے ہیں۔ (ڈان، 22 نومبر، صفحہ 2)

● سندھ

8 ستمبر: سندھ میں کچے کے علاقے میں رہنے والوں کو 13 ستمبر کو متوقع سیلاب کے پیش نظر اونچے مقام پر منتقل ہونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ کوٹری بیراج کے ایگزیکٹو انجینئر ساجد بھٹو کے مطابق کوٹری بیراج پہنچنے تک پانی 55,000 کیوسک تک کم ہوجائے گا اور اگر تمام سات لاکھ کیوسک پانی بھی آتا ہے تو بھی کوئی خطرہ نہیں 2010 میں کوٹری بیراج 10 لاکھ کیوسک پانی برداشت کرچکا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 ستمبر، صفحہ 13)

11 ستمبر: لاڑکانہ میں دریائے سندھ کے دونوں اطراف کچے کے علاقے میں 204 دیہات میں رہنے

والے 77,000 افراد نے اگلے کچھ دنوں میں سیلاب کے خطرے سے آگاہ کیے جانے کے باوجود محفوظ مقام کی طرف منتقلی سے انکار کردیا ہے۔ (ڈان،12 ستمبر،صفحہ19)

15 ستمبر: کمشنر سکھر نے ڈپٹی کمشنر سکھر، خیرپور اور گھوٹکی کو ہدایت کی ہے کہ وہ کچے کے علاقوں سے تمام آبادی کو محفوظ مقامات پر منتقل کریں اس سے پہلے کہ سیلابی پانی کی وجہ سے راستے بند ہو جائیں۔ (ڈان، 16 ستمبر،صفحہ19)

16 ستمبر: سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف شہریار خان مہر نے کہا ہے کہ اگر درست اقدامات نہ کیے گئے تو سیلاب سندھ میں تباہی لیکر آئے گا۔ سندھ حکومت نے ابھی تک سیلاب سے بچاؤ کے لیے پیشگی انتظامات نہیں کیے ہیں۔ بجٹ میں صوبائی محکمہ آبپاشی کے لیے 12 ملین روپے مختص کیے گئے تھے لیکن تاحال محکمہ بغیر کسی وزیر کے کام کررہا ہے۔ (دی نیوز، 17 ستمبر،صفحہ 9)

17 ستمبر: ڈپٹی کمشنر آفس سکھر میں پریس کانفرنس کے دوران وزیراعلی سندھ قائم علی شاہ نے کہا ہے کہ سندھ میں سیلاب سے تباہی کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گڈو اور سکھر بیراج 12 لاکھ کیوسک پانی میں بھی کھڑے رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ صوبائی ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی اور امدادی ادارے کسی بھی غیر متوقع صورتحال کے لیے ہنگامی حالت میں ہیں۔ (ڈان،18 ستمبر،صفحہ19)

17 ستمبر: پنجاب میں سیالکوٹ سے رحیم یار خان تک تباہی مچانے کے بعد، 162 جانیں لینے اور اربوں روپے کی املاک کو نقصان پہنچانے کے بعد سیلابی ریلہ سندھ میں داخل ہوگیا ہے۔ ایف ایف ڈی کے مطابق دریائے سندھ میں گڈو اور سکھر کے مقام پر اونچے اور درمیانے درجے کے سیلاب کا خطرہ ہے لیکن سندھ میں صورتحال تشویشناک نہیں ہے۔ (ڈان،18 ستمبر،صفحہ 1)

زلزلہ

4 اکتوبر: کے پی کے کے پانچ اضلاع میں نو سال قبل آنے والے زلزلے سے تباہ شدہ بنیادی ڈھانچے کی تعمیر نو اب تک ممکن نہیں ہوسکی ہے۔ بٹگرام، کوہستان، ایبٹ آباد اور شانگلہ میں نو سال گزرنے کے باوجود تباہ شدہ ڈھانچے کا صرف دو تہائی حصہ تعمیر کیا جاسکا ہے۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 7)

سونامی

19 اکتوبر: ماہر ارضیات اور محقق ڈاکٹر دین محمد کرار کا کہنا ہے بلوچستان سونامی کے زد میں آسکتا ہے۔ جس سے گوادر، پشین اور اوماڑہ کے ساحلی علاقوں کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ ماضی میں بھی بلوچستان سونامی سے متاثر ہوچکا ہے۔ 1945 میں آئے سونامی سے 1,000 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 اکتوبر، صفحہ 3)

XI۔ مزاحمت

جاگیرداری

15 نومبر: حیدرآباد میں ہاری کنونشن 2014 میں مقررین نے کہا ہے کہ غلامی، جاگیرداری اور سرمایہ داری سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لاکھوں کسانوں اور مزدوروں کو بڑے پیمانے پر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ سندھ ہاری کانگریس 1930 سے جاگیرداری کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 19)

امدادی قیمت

26 ستمبر: ملتان میں کسان اتحاد پاکستان کے اراکین نے چوک نواں شیر پر بجلی کے اضافی بلوں اور مداخل کی قیمتوں میں اضافے کے باوجود کپاس کی قیمتوں میں اضافے کی تاخیر کے خلاف ریلی نکالی اور احتجاجی مظاہرہ کیا۔ کسانوں نے احتجاج کے دوران بجلی کے بل اور کپاس نذر آتش کی۔ مظاہرین نے

گھریلو بجلی کے نرخ میں کمی اور زرعی نرخ آٹھ روپے فی یونٹ مقرر کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ (دی نیوز، 27 ستمبر، صفحہ 3)

15 نومبر: گھوٹکی اور اس سے متصل علاقوں کے کاشتکاروں نے احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ گنا اور چاول کی امدادی قیمت میں اضافہ کیا جائے۔ مظاہرین نے کہا کہ حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قیمتیں بہت کم ہیں جس سے کاشتکاروں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ (ڈان، 16 نومبر، صفحہ 19)

20 دسمبر: چاول اور گنے کے کاشتکاروں نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت یقینی بنائے کہ کسانوں کو ان کی فصلوں کا مناسب معاوضہ ملے۔ سینکڑوں گنے اور چاول کے کاشتکاروں نے لاڑکانہ، قمبر شہداد کوٹ اور گمبٹ سمیت سندھ کے مختلف شہروں میں احتجاج کیا اور ریلیاں نکالیں۔ چاول کے کاشتکاروں نے 1,200 روپے فی من قیمت مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ مل مالکان کاشتکاروں سے 900 روپے سے 950 روپے فی من چاول خرید رہے ہیں یہاں تک کہ کچھ مل کسانوں کو چاول 750 روپے فی من فروخت کرنے پر مجبور کررہے ہیں۔ (دی نیوز، 21 دسمبر، صفحہ 17)

واجبات

16 ستمبر: وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف نے سیلاب سے متاثر افراد میں امدادی اشیاء کی تقسیم کے لیے کوٹ خیرہ کا دورہ کیا جہاں کسانوں کی بڑی تعداد شوگر ملوں کے خلاف بینر اٹھا کر مظاہرہ کر رہی تھی۔ کسان ملوں سے واجبات کی وصولی کے لیے وزیر اعلی سے مدد مانگ رہے تھے۔ وزیر اعلی نے ملوں کو حکم دیا کہ وہ کاشتکاروں کو 48 گھنٹوں میں ادائیگی کریں۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 2)

20 دسمبر: گنے کے کاشتکاروں نے احتجاجاً گمبٹ سے خیر پور جانے والی قومی شاہراہ بند کردی۔ مظاہرین

کا کہنا تھا کہ ملیں گنے کی امدادی قیمت کے حوالے سے حکومت سندھ کے احکامات پر عمل نہیں کررہی ہیں کیونکہ یہ بااثر لوگ ہیں اور انہیں اسمبلی اراکین کی حمایت حاصل ہے۔ کاشتکاروں نے بتایا کہ ملوں نے ابھی تک ان کے لاکھوں روپے کے واجبات بھی ادانہیں کیے۔ (دی نیوز، 21 دسمبر، صفحہ 17)

مراعات

15 دسمبر: پاکستان کسان اتحاد نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ڈیزل اور بجلی کی قیمت میں 50 فیصد کمی کا اعلان کیا جائے۔ اتحاد کے مرکزی صدر چوہدری انور نے کہا ہے کہ اگر ان کے مطالبات پورے نہیں کیے گئے تو 22 دسمبر کو لاہور میں بڑے پیمانے پر احتجاج ہوگا۔ چوہدری انور نے زراعت کے لیے بجلی کے نرخ 10.35 روپے فی یونٹ کے بجائے پانچ روپے فی یونٹ کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔ (دی نیوز، 16 دسمبر، صفحہ 5)

بیج

- بیج ترمیمی بل

24 نومبر: PKMT (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی نے پشاور میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے مجوزہ سیڈ ایکٹ 2014 کی مخالفت کی۔ پی کے ایم ٹی کے صوبائی رابطہ کار طارق محمود نے کہا یہ بل خوراک کی خودمختاری کو بین الاقوامی کمپنیوں کے حوالے کردے گا۔ (دی نیوز، 25 نومبر، صفحہ 3)

29 دسمبر: کراچی میں SEARCH (سرچ) اور این جی اوز ڈیولپمنٹ سوسائٹی شہداد کوٹ نے خوراک کے حق اور پائیدار زراعت پر ایک تقریب منعقد کی۔ مقررین نے اس موقع پر زراعت کے حوالے سے مربوط پالیسی کا مطالبہ پیش کیا اور بیج ترمیمی بل 2014 کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ زرعی شعبے کی نجکاری کا بل ہے جس سے بین الاقوامی کمپنیاں زراعت پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں گی۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 15)

پانی

16 دسمبر: میرپور ماتھیلو میں بڑی تعداد میں کسانوں نے انجینئر محکمہ آبپاشی کے دفتر کے باہر پانی کی قلت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور دھرنا دیا۔ مظاہرین کی قیادت کرنے والے میر احمد مہر، برکت مہر اور عثمان مہر نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ گزشتہ سال بھی پانی کی قلت کی وجہ سے اپنی زمین کاشت نہیں کر سکے تھے اب ایک بار پھر ویسی ہی صورتحال کی وجہ سے وہ گندم کاشت نہیں کر سکتے۔ (ڈان، 17 دسمبر، صفحہ 19)

ماحول

28 نومبر: کراچی میں کیماڑی اور شیریں جناح کالونی کے رہائشیوں نے اپنے گھروں کے آس پاس کھلے میدان میں ذخیرہ کی گئی کوئلے کی بڑی مقدار سے پریشان ہو کر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کا کہنا ہے کہ کوئلے سے ان کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ایک مقامی رہائشی نے بتایا کہ ہر وقت کوئلے کی دھول اڑتی ہے جس کی وجہ سے اس کی بیوی اور بیٹی آنکھوں کے امراض میں مبتلا رہتی ہیں۔ کراچی پورٹ ٹرسٹ کے تعلقات عامہ کے اہلکار شفیق فریدی کا کہنا ہے کہ کراچی میں عموماً 500,000 ٹن کوئلہ رکھا جاتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ کوئلہ چونکہ اس ملک کی ضرورت ہے جو بجلی بنانے کے کام آتا ہے اس لیے چند افراد کی وجہ سے ہم پورے ملک کو متاثر نہیں کرنا چاہتے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 نومبر، صفحہ 13)

قدرتی بحران

21 ستمبر: پنجاب کے علاقے ظاہر پیر میں سیلاب سے متاثرہ تقریباً 200 خاندانوں نے بھوک ہڑتالی کیمپ لگا کر کھانے اور خیموں کی قلت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے حکومت پنجاب کے خلاف نعرے لگائے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ان کے کیمپ میں راشن کے تھیلے تقسیم نہیں کیے گئے اور وہ بغیر خیموں کے رہنے پر مجبور ہیں۔ مظاہرین نے ٹائر جلا کر سڑک بند کردی اور چار گھنٹے تک ٹریفک روک کے

رکھا۔ علاقہ تھانیدار نے مظاہرین سے ملاقات کرکے انہیں یقین دہانی کرائی کہ ان کی ملاقات اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور سے کرادی جائے گی جہاں وہ اپنی شکایت کرسکتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 22 ستمبر، صفحہ 5)

26 ستمبر: حافظ آباد میں سیلاب متاثرین کی بڑی تعداد نے ڈپٹی کمشنر کے دفتر پر مظاہرہ کیا اور اپنے مطالبات کے حق میں نعرے لگائے۔ سیلاب متاثرین کا کہنا تھا کہ سیلاب نے ان کی فصلیں برباد کردیں کچھ افسران انہیں نظر انداز کررہے ہیں اور انہیں امداد فراہم نہیں کررہے۔ (دی نیوز، 27 ستمبر، صفحہ 3)

XII۔ بیرونی امداد

11 ستمبر: دفتر خارجہ کی ترجمان تسنیم اسلم نے اپنے ہفتہ وار خبر نامے میں بتایا کہ پاکستان نے اب تک سیلاب متاثرین کے لیے بین الاقوامی امداد کی اپیل نہیں کی ہے لیکن پاکستانی سفارت خانوں کو پرائم منسٹر فلڈ ریلیف فنڈ 2014 اکاؤنٹ کھولنے کا کہا گیا ہے جو بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے عطیات وصول کریں گے اور غیر ملکی ذرائع سے بھی عطیات وصول کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 12 ستمبر، صفحہ 3)

12 ستمبر: وفاقی کابینہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک میں حالیہ سیلاب سے متاثرہ لوگوں کے لیے بین الاقوامی امداد قبول نہیں کی جائے گی۔ (دی نیوز، 13 ستمبر، صفحہ 1)

21 ستمبر: اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے وزیراعظم نواز شریف کو لکھے گئے ایک خط میں کہا ہے کہ اگر حکومت درخواست کرے تو اقوام متحدہ سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے تیار ہے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 22 ستمبر، صفحہ 12)

3 اکتوبر: حکومت پاکستان نے سیلاب متاثرین کی بحالی اور تعمیر نو کے لیے بین الاقوامی عطیہ دہندگان سے مدد کی اپیل کی ہے۔ بین الاقوامی ترقیاتی اداروں کے سربراہوں اور یورپی ممالک کے سفیروں کے ساتھ ہونے والے اجلاس میں وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے کہا کہ ملک کو قدرتی آفات کی وجہ سے 8.3 بلین روپے کا معاشی نقصان ہوا ہے۔ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے پاکستان کی مدد کی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 اکتوبر، صفحہ 1)

امریکی امداد

15 ستمبر: زرعی طریقوں کی بہتری کے لیے یونائیٹڈ اسٹیٹس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ (USAID) کا ایگری بزنس سپورٹ فنڈ کسانوں کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ اس منصوبے کا مقصد مرچ کے 100 کاشتکاروں کو بوائی سے پہلے بیج کو محفوظ کرنے، مداخل کا احتیاط سے استعمال، چنائی اور اسکے بعد کے نقصانات سے بچنے کے لیے ٹیکنالوجی کے استعمال کی تربیت دینا ہے۔ منصوبے کے تحت کسانوں کو گرین نیٹ بھی فراہم کی گئی ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 15 ستمبر، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

25 اکتوبر: USAID (یو ایس ایڈ) کے تعاون سے پورے ملک میں موجود پھولوں کی اقسام کے بارے میں تحقیق پر مبنی اشاعت فلورا آف پاکستان (Flora Of Paksitan) کراچی یونیورسٹی سے شائع کی گئی ہے۔ اس اشاعت کا آغاز امریکی شعبہ زراعت کے تعاون سے 9-1968 میں کیا تھا جو کہ پہلے فلورا آف ویسٹ پاکستان (Flora Of West Pakistan) کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ 40 سالہ تحقیق اور سروے پر مبنی اس اشاعت میں ملک میں موجود 6,000 پھولوں کی اقسام کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر قیصر نے کہا ہے کہ یہ اشاعت جامع سائنسی اعداد و شمار پر مشتمل ہے۔ (ڈان، 26 اکتوبر، صفحہ 17)

15 دسمبر: امریکی امداد سے کپاس کی پیداوار بڑھانے کے منصوبے (US-Pakistan Cotton Productivity Enhancement Program) نے کپاس میں پتہ مروڑ بیماری کے جراثیم کی دیگر جرثوموں کے درمیان شناخت کے لیے نئی تکنیک دریافت کرلی ہے۔ اس بیماری سے کپاس کی صنعت کو بھاری نقصان ہوتا ہے۔ دونوں ممالک کے اس مشترکہ منصوبے کے تحت 6,000 سے زیادہ چھوٹے کسان بہتر انتظامی طریقوں سے پیداوار بڑھانے کی تربیت میں حصہ لے رہے ہیں۔ (دی نیوز، 16 دسمبر، صفحہ 15)

22 دسمبر: امریکہ سفارت خانے کے جاری کردہ بیان کے مطابق اگلے چار ماہ میں غذائی کمی کے خاتمے کے لیے امریکہ W F P (ڈبلیو ایف پی) کو 3.2 ملین پاکستانیوں کے لیے 34 ملین ڈالرز اضافی فنڈ دے گا۔ 3.2 ملین میں سے 1.63 ملین افراد عارضی طور پر فاٹا سے آئے مہاجرین ہیں۔ (ڈان، 23 دسمبر، صفحہ 3)

عالمی بینک / ایشیائی ترقیاتی بینک

1 ستمبر: عالمی بینک نے پاکستان میں دو سال سے کم عمر بچوں اور مخصوص علاقوں میں حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے غذائی معیار کی بہتری کے لیے 47.95 ملین ڈالرز کی منظوری دے دی ہے۔ ملک میں چاروں صوبوں کو غذائی کمی کا سامنا ہے۔ پانچ سال سے کم عمر غذائی کمی کے شکار بچے بلوچستان میں 52 فیصد اور سندھ میں 50 فیصد ہیں۔ دونوں صوبوں میں یہ بدترین شرح 2001 سے برقرار ہے جبکہ کے پی کے میں یہ شرح 48 فیصد اور پنجاب میں 39 فیصد ہے۔ (دی نیوز، 2 ستمبر، صفحہ 3)

4 ستمبر: ایک خبر کے مطابق پاکستان، ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) کے صدر ٹاکی ہیکو نکاؤ (Takehiko Nakao) کے 15 ستمبر کو ہونے والے دورہ پاکستان میں درخواست کرے گا کہ بینک دیامر بھاشا ڈیم منصوبے کے لیے سرمایہ فراہم کرنے والے کنسورشیم کی سربراہی کرتے ہوئے اپنی کوششوں کو تیز کرے۔ (دی نیوز، 5 ستمبر، صفحہ 15)

16 ستمبر: ADB (اے ڈی بی) کے مطابق بینک قرض دینے کی محدود صلاحیت کے باوجود دیامر بھاشا ڈیم کے لیے جتنا ممکن ہو سکے تعاون کرے گا۔ توقع کی جارہی تھی کہ اے ڈی بی 14 بلین ڈالرز کے دیامر بھاشا ڈیم کے لیے سرمائے کے حصول کے لیے منصوبے کی مالی قیادت کرے گا۔ سابق چیئرمین واپڈا شکیل درانی نے دو سال پہلے پارلیمانی کمیٹی کو بتایا تھا کہ اے ڈی بی نے تین مواقعوں پر منصوبے کے لیے چار ملین ڈالرز دینے کا وعدہ کیا ہے۔ (ڈان، 17 ستمبر، صفحہ 10)

17 ستمبر: اے ڈی بی کے صدر ٹاکی ہیکو نکاؤ نے ٹیکسلا میں بی آئی ایس پی سے مستفید ہونے والوں سے ملاقات کے موقع پر کہا ہے کہ بینک نہ صرف نقد رقوم کی فراہمی بلکہ روزگار پیدا کرنے کے منصوبوں کی توسیع کے لیے اپنی مدد میں اضافہ کرے گا۔ حال ہی میں بینک نے حکومت کے ساتھ 430 ملین ڈالرز کے منصوبے پر دستخط کیے ہیں جو پروگرام سے مستفید ہونے والوں کے لیے گریجویشن پروگرام کی منصوبہ بندی، اس کے نفاذ، تکنیکی معاونت اور نقد رقوم کی ترسیل میں استعمال کیے جائیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 18 ستمبر، صفحہ 4)

18 ستمبر: پاکستانی افسر شاہی کی غفلت سے ملک کو عالمی بینک کے فوریسٹ کاربن پارٹنرشپ فیسلٹی (FCPF) معاہدے پر انتہائی تاریخ پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے 3.8 ملین ڈالرز مالیت کے فنڈز کا نقصان ہوا ہے۔ FCPF (ایف سی پی ایف) ترقی پزیر ملکوں میں جنگلات کی حفاظت کے ذریعے کاربن کے اخراج میں کمی کا پروگرام ہے جس پر باضابطہ دستخط کرنے کی آخری تاریخ 31 مارچ 2014 تھی۔ پاکستان میں کل رقبے کے 5.1 فیصد (4.4 ملین ہیکٹر) پر جنگلات ہیں جبکہ جنگلات کی کٹائی سالانہ 27,000 ہیکٹر پر ہے جو دنیا میں جنگلات کی کٹائی کی سب سے بلند شرح ہے۔ (دی ایکسپریس ٹربیون، 19 ستمبر، صفحہ 4)

25 ستمبر: اے ڈی بی نے پنجاب کے اہم بیراجوں کی مرمت کے لیے 150 ملین ڈالرز قرض کی منظوری

دے دی ہے۔ اس منصوبے سے سیلاب سے ہونے والے نقصان کے خطرات کم ہونگے۔ 80 سال پرانے اور بہت خراب حالت میں تریمو اور پنجند بیراج اب پانی کی ترسیل میں تسلسل نہیں رکھ سکتے۔ (ڈان،26 ستمبر،صفحہ3)

2 اکتوبر: کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے دیامر بھاشا ڈیم کی زمین کے حصول کے لیے مزید 101 بلین روپے کے مطالبے کو رد کر دیا ہے۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں بنی ٹیم نے پہلے اس مقصد کے لیے 60 بلین روپے کا تخمینہ لگایا تھا۔ اس سال جون تک حکومت زمین کے حصول کے لیے 40 بلین روپے ادا کرچکی ہے۔ یاد رہے کہ اے ڈی بی نے پہلے اس پروجیکٹ کے لیے چار ملین ڈالرز دینے کا وعدہ کیا تھا مگر بعدازاں انکار کردیا۔ عالمی بینک نے بھی منصوبے کے مقام کو متنازعہ علاقہ قرار دے کر مدد سے انکار کر دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 اکتوبر،صفحہ12)

20 اکتوبر: پاکستان عالمی بینک کی امداد سے پہلی بار شمسی تابکاری کے اعداد و شمار ناپنے کا اسٹیشن بہاولپور میں بنا رہا ہے جس پر 1.96 ملین ڈالرز لاگت آئے گی۔ یہ ان نو اسٹیشنوں میں سے ایک ہے جو پورے ملک میں بنائے جائیں گے۔ پاکستان میں پورے سال میں 300 دن دھوپ پڑتی ہے جو توانائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ (دی نیوز،21 اکتوبر،صفحہ15)

17 دسمبر: عالمی بینک اور اے ڈی بی نے سندھ اور فاٹا میں آبپاشی کے منصوبوں کے لیے بالترتیب 138 ملین ڈالرز اور 42 ملین ڈالرز کے قرض کی منظوری دے دی ہے۔ سندھ ملک کا غریب ترین خطہ ہے جہاں 56 فیصد آبادی بلواسطہ یا بلاواسطہ زراعت سے منسلک ہے۔ صوبے میں آبپاشی منصوبے سے 3.6 ملین افراد کو فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اے ڈی بی سے ملنے والے 42.9 ملین ڈالرز فاٹا میں بنجر اور زرعی زمینوں کے لیے دیرپا آبپاشی نظام کی فراہمی کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔ (دی نیوز،18 دسمبر،صفحہ15)

جرمن امداد

11 ستمبر: بلوچستان رورل سپورٹ پروگرام (BRSP) نے قلعہ عبداللہ میں 70 ملین روپے کی لاگت سے جرمنی کے تعاون سے پانی کی فراہمی کے منصوبے (واٹر مینجمنٹ پروگرام) کا اجراء کیا ہے۔ اس موقع پر وزیر منصوبہ بندی و ترقی نے کہا کہ فوجی آمریت، آئین کی خلاف ورزی اور بدعنوانی ملک میں پسماندگی کی وجہ ہیں۔ (ڈان،12 ستمبر،صفحہ5)

جاپانی امداد

3 ستمبر: جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (JICA) اور نیشنل ایگریکلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) نے کے پی کے میں زرعی تحقیق میں صلاحیت پیدا کرنے کے تربیتی منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ وفاقی حکومت پہلے ہی منصوبے کی منظوری دے چکی ہے جس کی لاگت 120.878 ملین روپے ہے اور جس میں 117.478 ملین روپے JICA (جیکا) کی طرف سے دی گئی امداد شامل ہے۔ منصوبے کے تحت 100 زرعی افسران اور 250 سہولت کاروں (فیلڈ اسسٹنٹ) کو NARC (این اے آر سی) میں تربیت دی جائے گی اور ایگریکلچر پولی ٹیکنک انسٹیٹوٹ کی صلاحیت کو مستحکم کرنے کے لیے زرعی آلات فراہم کیے جائیں گے۔ (ڈان، 4 ستمبر،صفحہ10)

چینی امداد

27 دسمبر: وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں اسلام آباد میں ہونے والے اجلاس میں ڈائریکٹر جنرل اسٹریٹجک پلانز ڈویژن لیفٹننٹ زبیر محمود حیات نے بتایا کہ کراچی نیوکلیر پاور پلانٹ کے 2 اور کے 3 منصوبے پر عدالتی حکم امتناعی کے خاتمے کے بعد کام شروع کردیا گیا تھا۔ دونوں ری ایکٹرز 2019 تک مکمل ہونگے جسے چائنہ نیشنل نیوکلیئر کارپوریشن (CNNC) تعمیر کرے گی۔ منصوبے کے لیے سرمایہ چین کا ایگزم بینک فراہم کررہا ہے۔ (ڈان،28 دسمبر، صفحہ3)

ایف اے او کی امداد

29 اکتوبر: ایف اے او کے تعاون سے فصل کی پیمائش اور نگرانی کا نیا نظام (Geospatial) متعارف کرایا گیا ہے جو فصل سے متعلق اعداد وشمار اور درست معلومات فراہم کریگا۔ صوبہ بلوچستان کی فصلوں سے متعلق خبروں کے نشریاتی نظام کا اجرا زرعی یونیورسٹی فیصل آباد اور صوبہ سندھ کے لیے زرعی یونیورسٹی ٹنڈوجام میں کیا جاچکا ہے۔ (ڈان،30 اکتوبر،صفحہ10)

اٹلی کی امداد

21 اکتوبر: پارک کے ڈاکٹر نثار محمود چیمہ نے کہا ہے کہ کونسل نے اٹلی کے تعاون سے 380 ملین روپے کی لاگت سے 3,100 ایکڑ زمین پر زیتون کے پودے لگائے ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ رواں سال 25 سے 30 ٹن زیتون کا پھل منڈی میں آیا تھا۔ (دی نیوز،22 اکتوبر،صفحہ17)

ب۔ عالمی زرعی خبریں

ا۔ زرعی مواد

زمین

16 اکتوبر: چین کے صوبہ یونان (Yunnan) میں گاؤں کے رہائشیوں نے زمینی تنازعے پر تعمیراتی کمپنی کے متعدد ملازمین کو حراست میں لے لیا اور ان میں سے چار مزدوروں کو زندہ جلا دیا۔ حالیہ برسوں میں اس صوبے میں زمینی تنازعات پر کئی پرتشدد واقعات رونما ہوئے ہیں۔ (ڈان، 17 اکتوبر، صفحہ 14)

29 دسمبر: دیہی علاقوں میں زمین خریدنے پر کانگریس کی حکومت نے جو پابندیاں عائد کی تھیں بھارت کی مودی حکومت نے اس میں اپنے ایک حکم نامے سے آسانی پیدا کردی ہے۔ وزیرخزانہ ارون جیٹلے (Arun Jaitley) نے ان شعبوں کی نشاندہی کی جن کے لیے علاقے کے کاشتکاروں کی 80 فیصد آبادی سے اجازت لینی ضروری نہیں ہوگی۔ 300 بلین ڈالرز سے زیادہ کے منصوبے جو پچھلی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے رک گئے تھے اب بحال ہوتے نظر آرہے ہیں۔ (ڈان، 30 دسمبر، صفحہ 10)

بیج

- جینیاتی

11 نومبر: یورپی پارلیمنٹ کی ماحول پر کمیٹی نے یورپی یونین کے 28 ممالک کو جینیاتی فصلوں کو لگانے کی اجازت دینے کے اختیار کو خود ان ممالک کے حوالے کرنے کی قرارداد 11 کے مقابلے میں 53 ووٹوں سے منظور کر لی ہے۔ (ڈان، 12 نومبر، صفحہ 11)

II۔ زرعی مداخل

قدرتی اور صنعتی طریقہ زراعت

24 اکتوبر: ایک مضمون کے مطابق دنیا کی ایک کثیر تعداد کو خوراک نہ میسر ہونے کی بنیادی وجہ تجارتی بنیادوں پر نقد آور فصلوں کی کاشت میں اضافہ ہے جو صرف منافع کمانے کی خاطر کاشت کی جاتی ہیں۔ اس طرح کی کاشت کاری پانی کی قلت کا باعث بھی بنتی ہے۔ (سید محمد علی، دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 اکتوبر، صفحہ 6)

13 نومبر: ایک مضمون میں دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے غذائی مسائل کے حوالے سے بحث میں کہا گیا ہے کہ مسئلہ بھوک کا نہیں غربت کا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب روایتی کاشتکاری کرنے والے کسانوں کی زمینوں کو خرید کر انھیں بے دخل کر دیا جاتا ہے تو انھیں ان قدرتی وسائل سے بھی دور کر دیا جاتا ہے جن پر ان کا گزر بسر ہوتا تھا، جب نقد آور فصلیں توانائی کے لیے کاشت کی جاتی ہیں تو غذائی فصلوں کے لیے زمین کم ہو جاتی ہے۔ دنیا کے بھوکے لوگوں میں ایک طرف لاکھوں چھوٹے کسان مزدور ہیں تو دوسری طرف صنعتی طرز پیداوار کے شکار بے تحاشہ موٹے لوگ بھی ہیں۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہ طریقہ پیداوار نہ ضروری ہے اور نہ پسندیدہ۔ ہمیں زراعت ان لوگوں سے پھر سیکھنی ہے جن کا رشتہ ابھی زمین سے جڑا ہوا ہے اور جو معیار پر توجہ دیتے ہیں مقدار پر نہیں۔ سب سے بہترین طریقہ زراعت روایتی ہے تازہ صحت مند اور قوت خرید میں ہونے والی غذا ہمارا مقصد ہونا چاہیے۔ غربت کے خاتمے کے لیے انصاف چاہیے، غذا کی کمی نہیں ہے اسے جانوروں کی خوراک اور ایندھن میں تبدیل کیا جا رہا ہے اور بہت بڑی مقدار میں ضائع بھی کیا جا رہا ہے۔ (مارک بٹمینMark Bittman، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 13 نومبر، صفحہ 13)

III۔ غربت اور غذائی تحفظ

غربت

3 اکتوبر: شہری آبادی میں غربت کے حوالے سے جاری کی گئی رپورٹ میں اے ڈی بی نے کہا ہے کہ

ایشیا میں بیروزگاری اور غربت نے شہری آبادی کو متاثر کیا ہے۔ غربت کی وجوہات میں معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی پسماندگی اور عدم استحکام، بدعنوانی، لاقانونیت اور دہشت گردی شامل ہیں۔ (ڈان، 4 اکتوبر، صفحہ 3)

13 اکتوبر: یورپ میں غربت اور عدم مساوات معمول بن چکی ہے۔ غیر معیاری روزگار اور غیر مستحکم بجٹ شہریوں کی زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ اسپین میں 30 سال سے کم عمر 50 فیصد افراد بے روزگار ہیں۔ (دی نیوز، 14 اکتوبر، صفحہ 10)

17 اکتوبر: امریکی ماہر معاشیات اور فیڈرل ریزروسسٹم کی سربراہ جینیٹ ئیلن (Janet Yellen) نے خبردار کیا ہے کہ ملک میں امیر اور غریب کا فرق پچھلے 100 سالوں کی بلند ترین سطح تک پہنچ گیا ہے جو نہایت تشویش ناک بات ہے۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ 10)

17 اکتوبر: اقوام متحدہ نے غربت کے خاتمے کے عالمی دن کے موقع پر کہا ہے کہ وہ جنگل میں لگی آگ کی طرح پھیلتی غربت کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کرے گا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے کہا کہ 1990 سے 2010 تک شدید غربت کے شکار 700 ملین افراد کی زندگی بہتر کردی گئی ہے۔ (ڈان، 18 اکتوبر، صفحہ 15)

22 اکتوبر: عالمی بینک کے صدر جم یونگ کم (Jim Yong Kim) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ہمیں غربت کے خاتمے کے لیے مزید کام کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً سب صحارا (Sub-Saharan) افریقہ میں جہاں 450 ملین افراد غربت کا شکار ہیں۔ (جم یونگ جم، دی ایکسپریس ٹریبون، 22 اکتوبر، صفحہ 6)

25 اکتوبر: ایک خبر کے مطابق امریکی متوسط طبقہ 30 سال قبل تک امیر ہورہا تھا لیکن اب امریکہ میں

متوسط طبقہ کے 90 فیصد خاندان معاشی ابتری کا شکار ہیں۔ (ڈان،26 اکتوبر،صفحہ11)

28 اکتوبر: یونائیٹڈ نیشنز انٹرنیشنل چلڈرن ایمرجنسی فنڈ (UNICEF) کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے امیر ترین ممالک میں 2008 کے اقتصادی بحران کے بعد کم سے کم 2.6 ملین بچے خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ اقتصادی بحران کی وجہ سے 41 میں سے 23 ممالک میں بچوں میں غربت بڑھ گئی ہے۔ (دی نیوز،29 اکتوبر،صفحہ11)

6 نومبر: ایک مضمون میں نیو یارک میں پچھلے مہینے معاشی ماہرین کے ایک سیمنار کا ذکر کیا گیا ہے جس میں امریکی ماہرین معاشیات اس نتیجے پر پہنچے کہ امریکی معاشرے میں امیر اور غریب کا بڑھتا ہوا فرق اگلی تین دہائیوں میں بھی کم نہیں ہوسکتا کیونکہ غریبوں کے لیے امدادی پروگرام (سیفٹی نیٹ) اور زیادہ کمانے والے پر زیادہ ٹیکس کے حوالے سے کانگریس میں کوئی قانون سازی ممکن نظر نہیں آتی۔ (ایڈوارڈو پورٹر Eduardo Porter، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 6 نومبر، صفحہ18)

غذائی تحفظ

27 ستمبر: چین نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ خوراک کے حوالے سے حفظان صحت کے قوانین کی خلاف ورزی پر سخت ترین سزائیں دی جائیں گی۔ خوراک اور ادویات سے متعلق قوانین میں اصلاحات کی جائیں گی۔ محفوظ غذا چین میں ایک نازک مسئلہ بن گیا ہے جہاں اس حوالے سے متعدد گھپلے (اسکینڈل) سامنے آچکے ہیں۔ (ڈان،28 ستمبر،صفحہ10)

13 اکتوبر: گلوبل ہنگر انڈیکس (Global Hunger Index) کے مطابق پوری دنیا میں 805 ملین افراد غذائی قلت کا شکار ہیں اور وہ افراد جنہیں خوراک میسر ہے ان کی خوراک کی زیادہ تر مقدار غذائیت سے بھرپور نہیں ہے۔ دنیا کے 14 ممالک میں بھوک تشویش ناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ (دی نیوز، 14 اکتوبر،

صفحہ15)

22 دسمبر: روس نے اعلان کیا ہے کہ وہ ملک میں اناج کی بڑھتی ہوئی قیمت کے پیش نظر برآمدات کو محدود کرے گا جس سے جاری بحران میں ملکی غذائی تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 23 دسمبر،صفحہ11)

IV۔ غذائی اور نقد آور فصلیں

غذائی فصلیں

1 ستمبر: حکام کے مطابق امریکی ریاست الاسکا اپنی خوراک کا95 فیصد درآمد کرتی ہے لیکن مقامی خوراک کی وکالت کرنے والے اب اس تاثر کو زائل کررہے ہیں کہ الاسکا میں خوراک اگانا ناممکن اور بہت مہنگا ہے۔ اسٹیٹ پروگرام کے تحت مقامی خوراک کے نظریئے کو تقویت مل رہی ہے جس میں ضلعی اسکول مقامی طور پر اگائی گئی خوراک خرید رہے ہیں اور کم آمدنی والوں کو فوڈ اسٹیمپ کے ذریعے مقامی خوراک کی طرف راغب کیا جارہا ہے۔ مقامی خوراک استعمال کرنے والے چھوٹے کاشتکاروں کو سکھارہے ہیں کہ وہ کس طرح صارفین تک اپنی مصنوعات پہنچا سکتے ہیں۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 2 ستمبر،صفحہ 5)

12 ستمبر: اقوام متحدہ کی ایف اے او کی رپورٹ کے مطابق عالمی سطح پر خوراک کی قیمتیں پانچ سالوں کی کم ترین سطح تک گرگئی ہیں۔ (ڈان،13 ستمبر،صفحہ14)

- کوکوبین

18 اکتوبر: امریکہ کے کوکو بین (cocoa bean) اور کافی کے تاجروں نے مہلک ایبولا وائرس سے متاثر کوکوبین کے کاشتکاروں کو مدد فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مغربی افریقہ میں اب تک 4,500 افراد اس مرض کا شکار ہوکر ہلاک ہوچکے ہیں اور 9,000 افراد اس وائرس سے متاثر ہوئے ہیں۔ (دی نیوز، 19

اکتوبر، صفحہ16)

● زعفران

18 دسمبر: زعفران کی کاشت کے لیے بڑی زمین اور زیادہ مزدوروں کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دنیا کا مہنگا ترین مصالحہ عالمی مدد سے افغانستان کی معاشی شہ رگ بن سکتا ہے۔ زعفران افغانستان کی نازک معیشت کو اونچائی پر لے جاسکتا ہے اور افغانستان کی پوست کی کاشت کا متبادل ہوسکتا ہے۔ زعفران کی کاشت پر لاگت زیادہ آتی ہے اور سخت سردی فصل کو ختم کرسکتی ہے۔ اس وقت زعفران کی منڈی پر ایران کی اجارہ داری ہے جو عالمی طلب کا نوے فیصد پیدا کرتا ہے۔ (دی نیوز، 19 دسمبر، صفحہ 17)

نقدآور فصلیں

● کپاس

2 اکتوبر: آئی سی اے سی کے ماہانہ تجزیے میں کہا گیا ہے کہ اس سال کپاس کی پیداوار کا ہدف 1.8 ملین ٹن ہے اور اس کی قیمتیں بڑھنے کا امکان نہیں ہے۔ کمیٹی کے مطابق سال 15-2014 میں 33.8 ملین ہیکٹرز زمین پر کپاس کاشت کی گئی ہے جو پچھلے سال کے مقابلے میں تین فیصد زیادہ ہے۔ (دی نیوز، 3 اکتوبر، صفحہ17)

● پوست

12 نومبر: یونائیٹڈ نیشنز آفس آن ڈرگ اینڈ کرائم (UNODC) کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں پوست کا زیرکاشت رقبہ 2014 میں 224,000 ہیکٹرز (555,500 ایکڑ) تھا جو پچھلے سال سے سات فیصد زیادہ ہے، اس رقبے میں وہ علاقے بھی شامل ہیں جو طالبان کے قبضے میں ہیں۔ 2002 میں پوست کی کاشت 74,000 ہیکٹرز پر تھی۔ امریکہ نے اس کاشت کے خلاف مہم میں اپنے قبضے کے دوران کئی بلین ڈالرز خرچ بھی کیے ہیں۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ14)

V۔ تجارت

10 ستمبر: بھارت نے اصرار کیا ہے کہ وہ TFA (ٹی ایف اے) کی حمایت نہیں کرے گا جب تک اسے ملک کی بڑی آبادی کو خوراک پر زرتلافی دینے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ (ڈان، 11 ستمبر، صفحہ 12)

13 نومبر: امریکہ اور بھارت نے واشنگٹن میں ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں جو حکومتوں کو غذا ذخیرہ کرنے اور سستے دام بیچنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ یہ معاہدہ ڈبلیو ٹی او کے ساتھ غذائی تحفظ پر بھارت کے اختلافات کو دور کرنے میں مدد دے گا۔ امریکی پریس سیکرٹری جوش ایرنسٹ (Josh Earnest) نے واشنگٹن میں ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ معاہدہ ڈبلیو ٹی او کے ٹی ایف اے پر مکمل اور فوری عمل درآمد میں مدد دے گا۔ یہ معاہدہ اس وقت قابل عمل ہوگا جب ڈبلیو ٹی او کے دو تہائی ممبر اس کی تصدیق کریں گے۔ (ڈان، 14 نومبر، صفحہ 10)

برآمدات

- گندم

9 ستمبر: 2014 سے روس اور ایران پر عائد مغربی پابندیوں سے نکلنے کے لیے دونوں ممالک تیل کے بدلے اشیاء کے معاہدے پر بات چیت کررہے ہیں۔ روس کی سرکاری اناج کمپنی ''یونائیٹڈ گرین کمپنی'' کے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو اینڈریو گوماخ (Andrey Gormakh) کے مطابق کمپنی ایران کو تیل کے بدلے ایک سے دو ملین ٹن سالانہ گندم کی ترسیل کے لیے تیار ہے جس کی مالیت موجودہ روسی گندم کی قیمت کے مطابق 500 ملین ڈالرز ہوگی۔ (ڈان، 10 ستمبر، صفحہ 12)

- چاول

1 نومبر: تھائی لینڈ کی فوجی حکومت نے ملک میں ذخیرہ کیے گئے چاول کا جائزہ لیا ہے جس کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ 18 ملین ٹن میں سے صرف 10 ملین ٹن برآمد کرنے کے قابل ہے، 70 فیصد

خراب ہو رہا ہے لیکن قابل استعمال ہے اور 20 فیصد خراب ہو چکا ہے۔ (دی نیوز، 2 نومبر، صفحہ 17)

● مال مویشی

7 نومبر: ایک خبر کے مطابق آسٹریلیا چین سے مال مویشی برآمد کرنے کا معاہدہ کر رہا ہے۔ برآمد کیے جانے والے جانوروں کی تعداد تقریباً ایک ملین سالانہ ہوگی۔ یہ تعداد آسٹریلیا سے مال مویشی کی برآمدات کی دگنی تعداد ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 8 نومبر، صفحہ 10)

● مرغبانی

7 نومبر: امریکہ کا محکمہ زراعت چینی پولٹری پروسیسنگ کمپنیوں کو پکی ہوئی منجمد مرغی امریکہ برآمد کرنے کی اجازت دے رہا ہے۔ پچھلے سال یہ محکمہ امریکہ سے مرغی چین برآمد کرنے کی اجازت دے چکا ہے جنہیں پروسس کرکے دوبارہ امریکہ بھیجا جائے گا۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 8 نومبر، صفحہ 11)

درآمدات

● خوردنی تیل

27 ستمبر: بھارتی وزیرخوراک ولاس پاسوان کے مطابق بھارت خوردنی تیل پر درآمدی محصول عائد کرنے پر غور کررہا ہے۔ ملک میں سستے پام آئل کی درآمد بڑھنے سے مقامی تیل کے بیجوں کی قیمتیں گررہی ہیں۔ درآمدی محصول میں اضافے سے مقامی بیج کی قیمت میں استحکام آئے گا۔ (ڈان، 28 ستمبر، صفحہ 10)

● مچھلی

14 اکتوبر: یورپی کمیشن نے غیر قانونی طور پر ماہی گیری کی وجہ سے سری لنکا سے مچھلیوں کی درآمد پر پابندی لگانے کی تجویز دی ہے جبکہ بیلیز (Belize) پر سے پابندی ہٹادی ہے۔ یاد رہے کہ یورپی کمیشن 2010 سے غیر قانونی ماہی گیری کے خلاف سخت کارروائی کررہا ہے۔ (ڈان، 15 اکتوبر، صفحہ 12)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

19 ستمبر: غذائی کمپنیاں اور ریستوران اپنے منافع میں اضافے کے لیے غذا میں لحمیات (پروٹین) کا اضافہ کررہے ہیں۔ ایک درجن سے زیادہ کمپنیوں نے نئی غذائی مصنوعات متعارف کرائی ہیں جو لحمیات سے مالا مال اور طاقتور ہیں۔ جولائی میں ٹیکو بیل (Taco Bell) نے لحمیات سے بھرپور کھانے کی فروخت شروع کی ہے۔ نیو یارک یونیورسٹی کے غذائیت اور عوامی صحت کے پروفیسر میرین نیسلے (Marion Nestle) کہتی ہیں کہ ''امریکی کھانوں میں لحمیات کم نہیں ہے'' یہ سب فروخت میں اضافے (مارکیٹنگ) سے متعلق معاملہ ہے۔ (ڈان، 20 ستمبر، صفحہ 12)

1 نومبر: ملائیشیا پام آئل کی طلب میں اضافہ کرنے اور اس تنقید کا مقابلہ کرنے کے لیے کہ پام آئل کی پیداوار اور ترسیل سے ماحول کو نقصان پہنچ رہا ہے، پام آئل کمپنیوں کے لیے اگلے سال ملیشین سسٹین ایبل پام آئل (MSPO) کے ماحول دوست معیار کا اجراء کرے گا۔ یہ معیار پائیدار ماحول دوست پام آئل کے حوالے سے ہونے والی عالمی کانفرنس میں مقرر کیے گئے ہیں۔ (ڈان، 2 نومبر، صفحہ 10)

- ڈانون

1 نومبر: دیوہیکل فرانسیسی ڈیری کمپنی ڈانون (Danone) چینی خشک دودھ کی کمپنی یاشیلی انٹرنیشنل ہولڈنگز (Yashili International Holdings Ltd) کے 25 فیصد حصص 550 ملین ڈالرز میں خریدے گی تاکہ کمپنی چین کے تیزی سے بڑھنے والے ڈیری شعبے میں اپنے قدم جما سکے۔ (دی نیوز، 2 نومبر، صفحہ 17)

- برگر کنگ

8 نومبر: امریکی فاسٹ فوڈ چین برگر کنگ بھارت میں 12 شاخیں اگلے تین ماہ میں کھولے گی۔ راجیو ورما، جو ہیمبرگر چین بھارت یونٹ کے چیف ایگزیکٹو ہیں، نے نیویارک میں کہا ہے کہ برگر کنگ چین اور

روس میں سالانہ 100 ریستورنٹ کھول رہی ہے۔ (دی نیوز، 9 نومبر، صفحہ 17)

مشروبات کی کمپنیاں

- کوکاکولا

23 دسمبر: وال اسٹریٹ جرنل کی رپورٹ کے مطابق کوکاکولا کمپنی عالمی سطح پر ایک سے دو ہزار ملازمتوں میں کمی کردے گی۔ ملازمتوں میں کمی کمپنی اخراجات میں تین بلین ڈالرز کمی لانے کے منصوبے کا حصہ ہے۔ اس فیصلے کا اکتوبر میں کمپنی کے تیسری سہاہی کے منافع میں 14 فیصد کمی آنے کے بعد اعلان کیا گیا تھا۔ (ڈان، 24 دسمبر، صفحہ 11)

خوردہ فروش کمپنیاں

- وال مارٹ

13 نومبر: ایک مضمون کے مطابق پچھلے مہینے وال مارٹ نے اپنے اسٹور منیجروں کو یہ ہدایت جاری کی ہے کہ وہ اپنے غذائی حصے میں تازہ اور منجمد اشیاء جن میں ڈیری، گوشت اور دیگر غذائی اشیاء شامل ہیں، میں اپنی کارکردگی بہتر بنائیں۔ یہ ہدایت لمبے عرصے سے فروخت میں کمی کی بنا پر کی گئی ہے۔ وال مارٹ نے قدرتی غذا (اورگینک) کو بھی اپنے اسٹور میں مزید بڑھا دیا ہے۔ (اسٹیون گرین ہاؤس اور ہیروکو تابوچی (Steven Green House and Hiroko Tabuchi) انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 13 نومبر، صفحہ 17)

VII۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

ماہی گیری

25 ستمبر: فلسطین کے علاقے غزہ میں اسرائیل کے آٹھ سالہ محاصرے کے تحت ماہی گیروں کو چھ نائیکل میل تک سمندر میں جانے کی اجازت ہے۔ مقامی ماہی گیر رمی بکر کے مطابق ''پانچ میل کے بعد ہی اسرائیلی لاؤڈ اسپیکر سے واپس جانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بدترین حالت ہے جس کا ہمیں ہمیشہ سامنا

ہوتا ہے''۔ غزہ کی ماہی گیر تنظیم کا کہنا ہے کہ محصور ساحل پر تقریباً 4,000 ماہی گیروں میں سے آدھے سے زیادہ لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ (دی نیوز، 26 ستمبر، صفحہ 11)

19 نومبر: سری لنکا کے صدر نے پانچ بھارتی ماہی گیروں کی معافی کی درخواست منظور کر کے انھیں رہا کر دیا۔ کولمبو ہائی کورٹ نے ان تامل ماہی گیروں کو منشیات اسمگلنگ کے جرم میں سزائے موت سنائی تھی۔ (ڈان، 20 نومبر، صفحہ 14)

15 دسمبر: بھارت کے مغربی علاقے پٹنہ میں نچلی ذات کے چار ماہی گیروں کو اونچی ذات کے مسلح گروہ نے مچھلیاں دینے سے انکار کرنے پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ بھارت میں نچلی ذات کے ہندو جو آبادی کا 15 فیصد ہیں اکثر اونچی ذات کے زمینداروں کے ظلم کا نشانہ بنتے ہیں۔ (ڈان، 16 دسمبر، صفحہ 14)

مرغبانی

27 نومبر: برطانوی فوڈ اسٹینڈرڈز ایجنسی (FSA) کے ایک جائزے کے مطابق برطانیہ میں 70 فیصد مرغی کے گوشت میں زہریلا جرثومہ پایا گیا ہے جو اگرچہ پکنے کے دوران مر جاتا ہے لیکن اس کے باوجود 280,000 افراد ہر سال برطانیہ میں ان جراثیم سے متاثر ہوتے ہیں۔ (ڈان، 28 نومبر، صفحہ 14)

VIII۔ ماحول

زمین

4 ستمبر: فرانس دنیا میں جوہری توانائی پر بھروسہ کرنے والا ملک ہے جہاں 58 جوہری ری ایکٹرز ہیں۔ فرانس کے صدر اوہ لونڈ (Hollande) نے وعدہ کیا تھا کہ 2025 تک جوہری توانائی پر 50 سے 75 فیصد انحصار کم کر کے 24 ری ایکٹرز بند کر دیئے جائیں گے۔ (دی نیوز، 5 ستمبر، صفحہ 8)

● جنگلات

19 دسمبر: سندر بن بنگلہ دیش میں دنیا کے سب سے بڑے مینگروز کے جنگلات ہیں جن کو علاقے میں جاری منصوبوں خاص کر کوئلے سے چلنے والا بجلی گھر اور اجناس کے ذخیرے کے لیے گودام بنائے جانے سے شدید خطرات لاحق ہیں۔ بنگلہ دیش میں جنگلی حیات کے ماہر محسن الزماں کے مطابق تقریباً ایک ملین افراد بلواسطہ یا بلاواسطہ ان جنگلات پر انحصار کرتے ہیں۔ حکومت نے 2011 میں سندربن میں بڑے تجارتی جہازوں کے لیے ڈیلٹا کھول دی تھی جسے ماحولیاتی ماہرین نے جلد پھٹنے والے بم سے تعبیر کیا تھا۔ (ڈان، 20 دسمبر، صفحہ 13)

پانی

● آلودگی

2 نومبر: سائنس دانوں کے مطابق فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادتی سے سمندروں میں تیزابیت بڑھ رہی ہے جو زمین کے اندر دفن زہریلی دھاتوں جیسے تانبا (Copper) اور سیسہ (Lead) وغیرہ کو پانی کے نظام میں شامل کرنے کا باعث بنتی ہے اور صحت کے لیے نہایت نقصاندہ ہے۔ یہ صورت حال بنگلہ دیش میں سندر بن سمیت بھارت کے مغربی بنگال کے کچھ حصوں کو بھی متاثر کررہی ہے۔ (دی نیوز، 3 نومبر، صفحہ 11)

● سمندر

16 دسمبر: یونیورسٹی آف فلوریڈا کی جیو کیمسٹ اینڈریا ڈٹن (Andrea Dutton) جو سطح سمندر پر تحقیق کررہی ہیں، کا کہنا ہے کہ دنیا میں برف کی سطح پگھل رہی ہے جو آخرکار سطح سمندر میں 30 فٹ یا اس سے بھی زیادہ اضافے کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ کتنی تیزی سے ہوگا۔ امید ہے کہ اس میں ہزاروں سال لگیں گے لیکن اس عمل کے تیز ہونے کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ (جسٹن گلز، انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 17 دسمبر، صفحہ 10)

20 دسمبر: اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے اسرائیل سے کہا ہے کہ وہ 2006 میں حزب اللہ کے ساتھ جنگ میں اسرائیلی جہازوں کی لبنان کے ساحل پر بجلی گھر پر بمباری کے نتیجے میں سمندر میں بہہ جانے والے 15,000 ٹن تیل سے ہونے والے 856.4 ملین ڈالرز نقصان کا ازالہ کرے۔ اسرائیل کے خلاف اس قرارداد کی مخالفت کرنے والوں میں امریکہ، آسٹریلیا اور کینیڈا بھی شامل تھے۔ (ڈان، 21 دسمبر، صفحہ 14)

● آبِ حیات

2 اکتوبر: ایک مضمون میں ڈبلیو ڈبلیو ایف پاکستان کی حالیہ رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تازہ پانی کے جانداروں کی اقسام میں 76 فیصد کمی واقع ہوئی ہے جبکہ سمندری اور زمینی جانوروں کی اقسام میں 39 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ رپورٹ نے پائیدار ترقی کی ضرورت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کا قدرت سے مطالبہ اس کی صلاحیت سے 150 فیصد زیادہ ہے۔ (حسن نقوی، دی ایکسپریس ٹریبیون، 2 اکتوبر، صفحہ 5)

13 نومبر: ایمازون (Amazon) میں دریا کے کنارے جنگلوں میں رہنے والے مچھیرے اور بائیولوجیسٹ، دریائی دیو قامت مچھلی پیرارکو (Pirarucu) جو سات فٹ لمبی اور 400 پونڈ وزنی ہوتی ہے کی ناپید ہوتی نسل کو بچانے کے لیے ساتھ مل کر کام کررہے ہیں اور باہر سے آنے والے لوگوں کو اس مچھلی کا شکار کرنے سے روکتے ہیں۔ برازیل کے صوبے ایمازوناس (Amazonas) جو رقبے میں امریکی ریاست کیلی فورنیا سے کئی گنا بڑا ہے، نے 1996 میں یہاں اس قسم کی مچھلیوں کے شکار پر پابندی عائد کردی تھی۔ مقامی لوگ جن کا مچھلی پر گزر بسر ہوتا ہے کے علاوہ کسی کو اس مچھلی کے شکار کی اجازت نہیں تھی۔ انہی مقامی لوگوں نے اس مچھلی کی نگہداشت میں کلیدی کردار ادا کرکے اس کی نسل کو ختم ہونے سے بچا لیا ہے۔ (انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 14 نومبر، صفحہ 1)

فضا

● آلودگی

4 ستمبر: ماحولیات کے تحفظ کے لیے سرگرم تنظیم گرین پیس کے مطابق دنیا کا کوئی ملک بھورے کوئلے (brown coal) کی اتنی مقدار بجلی میں تبدیل نہیں کررہا جتنی جرمنی کرتا ہے۔ جرمنی میں کاربن کے اخراج کا ایک تہائی کوئلے سے چلنے والے بجلی گھروں سے پیدا ہوتا ہے۔ (ڈان، 5 ستمبر، صفحہ 6)

27 نومبر: ایک مضمون کے مطابق بھارت فضا میں گرین ہاوس گیسیں خارج کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے اور اس مد میں ٹھوس اقدامات نہ کرنے کی وجہ سے فضا میں گرین ہاوس گیسوں کی مقدار مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ فضا میں گرین ہاوس گیسوں کے اخراج میں پہلے نمبر پر چین اور دوسرے نمبر پر امریکہ ہے۔ بھارت کا موقف ہے کہ وہ اپنی معیشت مضبوط کرکے ملک سے غربت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے اس لیے وہ گیسوں کے اخراج میں کمی کا مخالف ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 27 نومبر، صفحہ 18)

IX۔ موسمی تبدیلی

27 دسمبر: اقوام متحدہ کا IPCC (آئی پی سی سی) کی جاری کردہ پانچویں جائزہ رپورٹ (AR 5) کے مطابق جنوبی ایشیا پر موسمی تبدیلی کے اثرات بدتر ہونگے۔ سیلاب جیسی قدرتی آفات تواتر سے آتی رہیں گی اور ان کی شدت انسانی زندگی اور معیشت کو لاحق خطرات میں اضافہ کرے گی۔ (ڈان، 28 دسمبر، صفحہ 4)

عالمی مزاکرات

10 ستمبر: دنیا کی حفاظتی اوزون کی سطح دوبارہ سے بہتر (recover) ہورہی ہے۔ اقوام متحدہ کے سائنسی پینل کی رپورٹ میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس بہتری سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری دنیا کا مل بیٹھنا ہی ماحولیاتی بحران کو روک سکتا ہے۔ نیشنل ایروناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن (NASA) کے سائنسدان پال

اے نیو مین (Paul A. Newmen) کا کہنا ہے کہ 35 سالوں میں پہلی بار سائنسدان اوزون میں پائیدار اضافے کی تصدیق کر پائے ہیں۔ (ڈان،11 ستمبر،صفحہ15)

23 ستمبر: اقوام متحدہ میں موسمی تبدیلی پر ہونے والا عالمی رہنماوں کا اجلاس شروع ہو گیا ہے۔ سیکرٹری جنرل بان کی مون نے 120 ممالک کے سربراہان سے کہا ہے کہ ''آج ہمیں دنیا کو ایک نئی سمت دینی ہے۔ موسمی تبدیلی امن، خوشحالی اور اربوں افراد کے لیے دستیاب مواقعوں کے لیے خطرہ ہے۔ ہم یہاں بات کرنے نہیں تاریخ بنانے آئے ہیں''۔ (دی نیوز،24 ستمبر،صفحہ11)

25 ستمبر: بھارت کے نئے وزیر ماحولیات پرکاش جوادیکر نے کہا ہے کہ ان کا ملک موسمی تبدیلی پر ہونے والے عالمی اجلاس میں گرین ہاوس گیسوں کے اخراج میں کمی کی کوئی پیشکش نہیں کرے گا۔ بھارت کی ترجیح غربت کا خاتمہ اور معیشت کی بہتری ہے۔ وزیر نے موسمی بحران کی ذمہ داری دنیا کے آلودگی پھیلانے والے بڑے ممالک پر عائد کی اور اس تجویز کو رد کردیا کہ بھارت کاربن کے اخراج میں کمی کرے گا۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز،26 ستمبر،صفحہ3)

24 اکتوبر: یورپی رہنماؤں نے 2030 تک فضا میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار کم کرنے اور موسمی تبدیلی کے خلاف لڑنے کے لیے ایک معاہدہ طے کیا ہے۔ برسلز (Brussels) میں منعقد ہوئے اس اجلاس میں 28 ممالک کے رہنماؤں نے 2030 تک 40 فیصد کاربن ڈائی آکسائڈ کم کرنے کا ہدف بنا رکھا ہے۔ (ڈان،25 اکتوبر،صفحہ14)

2 نومبر: اقوام متحدہ کی موسمی تبدیلی پر رپورٹ کی اشاعت کے بعد فرانس جسے دسمبر 2015 میں موسمی تبدیلی پر عالمی کانفرنس کی میزبانی کرنی ہے، کی خارجہ اور ماحول کی وزارتوں نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ 2015 میں پیرس معاہدے کو سائنسی حقائق کے مطابق ایک سیاسی ردعمل کو سامنے لانا ہے۔ امریکی

سیکرٹری آف اسٹیٹ جان کیری نے بھی واشنگٹن میں کہا کہ ''وہ جو سائنس کو نظر انداز کررہے ہیں جسے رپورٹ میں پیش کیا گیا ہے وہ سب ہمارے بچوں اور بچوں کے بچوں کو ایک بڑے خطرے میں مبتلا کررہے ہیں''۔ (دی نیوز، 3 نومبر، صفحہ 8)

12 نومبر: امریکی صدر بارک اوبامہ نے اپنے دورہ چین کے دوران چینی صدر ژی جنپنگ (Xi Jinping) کے ساتھ مل کر کاربن کے اخراج میں کمی کی نئی حدود پر عمل کرنے کا اعلان کیا۔ (ڈان، 13 نومبر، صفحہ 14)

12 نومبر: امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ جون کیری نے اپنے ایک مضمون میں صدر اوبامہ اور چینی صدر ژی جنپنگ کے کاربن اخراج کے حوالے سے اعلان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں ممالک 40 فیصد کاربن اخراج کے ذمہ دار ہیں جبکہ پچھلے 15 سالوں میں 60 فیصد کاربن اخراج کی ذمہ داری چین پر عائد ہوتی ہے۔ اگلے تین ہفتوں میں اب جب کہ لیما، پیرو میں موسمی تبدیلی پر عالمی بات چیت شروع ہورہی ہے جو پیرس میں دسمبر 2015 میں اختتام پزیر ہوگی، کے موقع پر امریکہ اور چین کا 2020 تک کے لیے کاربن اخراج کے اہداف کا متفقہ اعلامیہ خوش آئندہ ہے۔ (جون کیری، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 13 نومبر، صفحہ 12)

13 نومبر: ماہرین کی رائے ہے کہ امریکہ اور چین کے حالیہ موسمی تبدیلی کے معاہدے میں جو کچھ بھی طے ہوا ہے وہ دونوں ممالک کی پالیسیوں میں پہلے سے موجود ہے صرف ان پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ عالمی حدت کو دو ڈگری سیلسیس سے کم رکھنے میں یہ معاہدہ اس وقت مددگار ثابت ہوگا جب بھارت اور اس جیسے ممالک بھی ایسا کوئی معاہدہ پیرس کانفرنس سے پہلے کریں۔ (انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 14 نومبر، صفحہ 3)

15 نومبر: امریکی صدر اوبامہ نے غریب ممالک کو موسمی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے تین بلین ڈالرز امداد فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ کاشتکاروں کو پائیدار فصلیں اگانے میں مدد فراہم کریں

گے اور ترقی پذیر معیشتوں کو آلودگی کم سے کم کرنے کے لیے مدد فراہم کریں گے۔ (دی نیوز، 16 نومبر، صفحہ 17)

18 دسمبر: 194 ممالک کی جانب سے پیرو کے دارلحکومت لیما میں موسمی تبدیلی پر ہونے والے اجلاس کے بعد چار صفحات پر مشتمل لیما اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ یہ کاربن کے اخراج میں کمی کے لیے 12 ماہ پر مشتمل منصوبہ ہے۔ اعلامیے میں ترقی پذیر اور امیر معیشتوں سے موسمی تبدیلی پر اقدامات کی درخواست کی گئی ہے۔ یورپی یونین نے کہا ہے کہ وہ پیرس اجلاس میں ہونے والے عالمی معاہدے پر رضامندی کی طرف گامزن ہے۔ (دی نیوز، 18 دسمبر، صفحہ 15)

عالمی حدت

9 ستمبر: جاپان 1945 سے ڈینگی بخار سے پاک چلا آرہا تھا لیکن یہ تحفظ اب ختم ہوگیا ہے۔ اگست کے آخر تک 60 سے زائد جاپانی اس بیماری کا شکار ہوئے۔ جاپان میں اس بیماری کا پھیلنا عالمی درجہ حرارت میں اضافے کے خطرناک نتائج کا ایک اور اشارہ ہے۔ زیادہ حرارت اور نمی مچھروں کی زندگی اور ان کے پھیلنے کا سبب بنتی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق 1970 سے پہلے صرف نو ممالک میں خطرناک ڈینگی بخار پایا جاتا تھا جو اب 100 سے زیادہ ممالک میں پھیل چکا ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 10 ستمبر، صفحہ 10)

2 نومبر: 2007 کے بعد آئی پی سی سی نے موسمی تبدیلی پر اپنے پہلے ریویو، جسے پچھلے 15 مہینوں میں تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے، میں کہا ہے کہ تین بنیادی گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج اس وقت پچھلے 800,000 سالوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔ آئی پی سی سی کے سربراہ راجندرہ پاچھوری (Rajendra Pachauri) نے کہا کہ موسمی تبدیلی کو سائنسی بنیادوں پر فوقیت دینا ''پہلے سے زیادہ واضح ہے''۔ زمین پر درجہ حرارت 2100 تک صنعتی انقلاب سے پہلے کے دور کے مقابلے میں چار ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھ جائے گا جس کے نتیجے میں بدترین خشک سالی، سیلاب، سمندر کی سطح بلند ہونے، جاندار

اقسام کے خاتمے جیسے عوامل پیدا ہوں گے۔ (ڈان، 3 نومبر، صفحہ 1)

13 نومبر: ایک مضمون میں NASA (ناسا) کے موسمی تبدیلی کے ماہر نے لکھا ہے کہ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ پچھلی صدی میں عالمی حدت میں 0.8 ڈگری سیلسیس اضافہ ہوا ہے اور 2100 سے پہلے یہ اضافہ دو ڈگری سیلسیس اور اس کے بعد درجہ حرارت تین ڈگری سیلسیس یا اس سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ ہم جتنی دیر کریں گے اتنے ہی حالات تباہ کن ہوں گے۔ (پیئرز جے سیلرز، Piers J. Sellers)، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 13 نومبر، صفحہ 13)

14 نومبر: یونیورسٹی آف کیلی فورنیا برکلے کے ماہر فضائی طبعیات ڈیوڈ ایم رومپس (David M. Romps) نے امریکہ میں آسمانی بجلی گرنے کے واقعات میں اضافے کو موسمی تبدیلی سے جوڑتے ہوئے اپنی ایک تحقیق کے حوالے سے کہا کہ عالمی حدت میں اس صدی کے آخر تک موجودہ رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو آسمانی بجلی گرنے کے واقعات میں 50 فیصد تک اضافہ ہوسکتا ہے جس سے جنگل میں آگ لگنے کے واقعات میں بھی اضافہ ہوگا۔ (انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 15 نومبر، صفحہ 6)

سبز معیشت

- شمسی توانائی

2 ستمبر: امریکہ میں شمسی پینلز بنانے والی سب سے بڑی کمپنی سولر ورلڈ امریکاز نے امریکی محکمہ تجارت سے کہا ہے کہ وہ اس معاملے کی تحقیقات کریں جس میں چینی فوجی حکام نے کمپنی کے کمپیوٹرز سے اہم کاروباری دستاویزات چرالیے ہیں جو ان کے کاروبار کے لیے اور چین کے ساتھ طویل عرصے سے جاری تجارتی تنازعہ کے لیے اہم تھے۔ کمپنی کے مطابق حکومت چینی شمسی پینلز کی درآمد پر اضافی محصول عائد کر سکتی ہے اس طریقہ کار سے ہی امریکہ چین کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ (انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 3 ستمبر، صفحہ 1)

12 نومبر: ایک مضمون کے مطابق ڈنمارک 2050 تک بجلی اور آمد و رفت کے لیے معدنی تیل کے استعمال کو ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ وہاں متبادل ذرائع سے 40 فیصد توانائی پیدا کی جارہی ہے اور 2020 تک یہ 50 فیصد ہوجائے گی۔ چونکہ متبادل توانائی ایک وقت کے بعد تقریباً مفت ہو جاتی ہے اس لیے قومی گرڈ میں شامل ہونے کے بعد لوگوں تک پہنچنے والی توانائی کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ کمپنیاں جو تیل استعمال کرتی ہیں توانائی کی گرتی ہوئی قیمتوں میں اپنا منافع برقرار نہ رکھ سکنے کی صورت حال سے دوچار ہیں۔ (جسٹن گیلز، انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 12 نومبر، صفحہ 7)

● بائیو فیول

3 نومبر: یونائٹڈ نیشنز کانفرنس آن ٹریڈ اینڈ ڈیولپمنٹ (UNCTAD) کی بائیو فیول پر جاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اب بائیو فیول کا حصہ عالمی توانائی کے استعمال میں ایک فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق متبادل توانائی کا استعمال دیگر وسائل سے زیادہ تیزی سے بڑھ رہا ہے لیکن یہ معدنی تیل کی جگہ نہیں لے سکتا بلکہ توانائی کی ضروریات پوری کرنے میں معاون کردار ادا کررہا ہے۔ ادارے کے مطابق دنیا میں ایک فیصد توانائی اب بائیو فیول سے حاصل کی جارہی۔ (ڈان، 4 نومبر، صفحہ 5)

X۔ قدرتی بحران

16 اکتوبر: انٹرنیشنل فیڈریشن آف ریڈ کراس اینڈ ریڈ کریسنٹ سوسائٹیز (IFRC) کی سالانہ رپورٹ کے مطابق سال 2013 میں قدرتی آفات کی وجہ سے 22,452 افراد جاں بحق ہو گئے۔ (دی نیوز، 17 اکتوبر، صفحہ 10)

لاوے کا اخراج

28 ستمبر: جاپان میں ٹوکیو سے 200 کلو میٹر مغرب میں ماؤنٹ اونٹیک (Mount Ontake) سے اچانک لاوے کا اخراج شروع ہوگیا جس سے 31 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ پولیس کے مطابق زہریلی

گیسوں کے اخراج کی وجہ سے امدادی کام روک دیئے گئے ہیں۔ ماؤنٹ اونٹیک جاپان کا دوسرا بڑا آتش فشاں ہے جس سے آخری دفعہ سات سال پہلے لاوے کا اخراج ہوا تھا۔ (ڈان، 29 ستمبر، صفحہ 13)

خشک سالی

23 اکتوبر: چین کے شمال مغرب میں خشک سالی کے باعث مال مویشی خاص کر بھیڑ بڑی تعداد میں ہلاک ہورہی ہیں۔ یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اگلے چند سالوں میں ان علاقوں میں گھاس کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 24 اکتوبر، صفحہ 3)

سیلاب

7 ستمبر: مقبوضہ کشمیر میں گزشتہ پچاس سالوں کے بدترین سیلاب سے 150 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ حکام کے مطابق مون سون کی موسلا دھار بارشوں سے سیلاب اور مٹی کے تودے گرنے کے واقعات بڑھ گئے ہیں جس سے 350 دیہات بھی زیرآب آگئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 ستمبر، صفحہ 12)

13 ستمبر: انٹرنیشنل فورم فار جسٹس اینڈ ہیومن رائٹس آزاد جموں وکشمیر نے بین الاقوامی برادری سے سری نگر، مقبوضہ کشمیر میں سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی مدد کرنے کی اپیل کی ہے جہاں لاکھوں لوگ مسلسل بارشوں اور سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 ستمبر، صفحہ 9)

13 ستمبر: کروایشیا کے مرکزی قصبے کارلووک (Karlovac) کے حکام کے مطابق دریا میں بڑھتی ہوئی پانی کی سطح سے 2,000 افراد خطرے میں ہیں۔ لوگ سیلاب میں ڈوبے اپنے گھروں کی بالائی منزل پر پناہ گزین ہیں۔ وزیراعظم زورین ملن نووک (Zoran Milanovic) نے کہا ہے کہ پورا کروایشیا خطرے میں ہے۔ (ڈان، 14 ستمبر، صفحہ 14)

13 ستمبر: نیشنل ڈزاسٹر رسپونس فورس (NDRF) کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں حکومت نے 200 افراد کی ہلاکت کا اندازہ لگایا ہے اور 142,000 افراد کو کشمیر کے مختلف علاقوں میں سیلاب سے بچایا ہے۔ امدادی جماعتیں اب تک پھنسے ہوئے 200,000 افراد کو نکالنے کی کوشش کررہی ہیں جو ہمالیہ میں آنے والے بدترین سیلاب سے ہونے والی تباہی کا شکار ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 ستمبر، صفحہ 8)

17 ستمبر: مقبوضہ کشمیر میں سیلاب سے متاثرہ علاقے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ متاثرین کے کیمپ میں بڑی تعداد میں پیٹ کے امراض دیکھنے میں آرہے ہیں۔ مریض بنیادی طبی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے جاں بحق ہورہے ہیں۔ ڈاکٹر طارق احمد کے مطابق سری نگر کے 80 فیصد علاقے میں سیلاب کے بعد زیادہ تر ہسپتال پانی میں گھرے ہوئے ہیں۔ (ڈان، 18 ستمبر، صفحہ 16)

21 ستمبر: ابتدائی تخمینے کے مطابق مقبوضہ جموں وکشمیر میں سیلاب سے ہوئی تباہی سے ایک ٹریلین روپے کا نقصان ہوا۔ سرکاری حکام کا کہنا ہے کہ 2,600 دیہات متاثر ہوئے ہیں جبکہ 390 دیہات مکمل طور پر ڈوب گئے ہیں۔ 280 افراد سیلاب سے ہلاک ہوئے اور مجموعی طور پر پانچ ملین لوگ جموں وکشمیر میں سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 ستمبر، صفحہ 3)

24 ستمبر: بھارتی ریاست میگھالیہ میں سیلاب اور مٹی کے تودے گرنے سے 43 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ بھارت کے شمال مشرقی علاقے میں شدید بارشوں سے آنے والے سیلاب میں متعدد لوگ ڈوب گئے اور کئی لاپتہ ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 25 ستمبر، صفحہ 8)

XI۔ مزاحمت

جنگلی حیات

4 اکتوبر: جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ اور پوری دنیا کے 136 شہروں میں مظاہرین نے گینڈے اور

ہاتھی کے غیر قانونی کاروبار کو روکنے کے لیے حکومت سے مزید کوششیں کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ 350 سال قبل افریقہ میں 27 ملین ہاتھی پائے جاتے تھے مگر اب صرف چار لاکھ باقی رہ گئے ہیں۔ (ڈان، 5 اکتوبر، صفحہ 10)

آلودگی

23 ستمبر: چین کے جنوب مشرق میں ایک بندرگاہ پر تقریباً 500 ماہی گیروں کے حملے کے بعد کام بند ہوگیا۔ ماہی گیروں نے الزام لگایا ہے کہ بندرگاہ کی آلودگی کی وجہ سے سمندری گھونگے (Abalone) مررہے ہیں۔ چین میں حالیہ برسوں میں صنعتی آلودگی پر عوامی آگہی بڑھ گئی ہے۔ چینی رہنماوں نے آبی اور فضائی آلودگی صاف کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 24 ستمبر، صفحہ 3)

موسمی تبدیلی

20 ستمبر: نیو دہلی میں سینکڑوں مظاہرین نے ریلی کے دوران بھارتی حکومت اور عالمی رہنماؤں سے مطالبہ کیا ہے کہ اگلے ہفتے موسمی تبدیلی پر ہونے والے اقوام متحدہ کے اجلاس میں موسمی تبدیلی پر فوری اقدامات کیے جائیں۔ مظاہرین نے بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر ''میں جنگلات بچانا چاہتا ہوں'' جیسے نعرے درج تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 21 ستمبر، صفحہ 8)

21 ستمبر: کلائمٹ چینج ڈے آف ایکشن کے موقع پر نیویارک میں تقریبا 100,000 افراد نے مارچ کیا۔ امریکی سینٹر برنارڈ سینڈرز (Bernard Sanders) بھی نیویارک سینٹرل پارک تک مسلسل مارچ کرتے رہے۔ ریلی کے شرکاء نے بینر اٹھا رکھے تھے جس پر درج تھا ''تیل کو زمین میں ہی رہنے دو''۔ (ڈان، 22 ستمبر، صفحہ 12)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی استحصال کا شکار اور پسماندہ آبادیوں کے مسائل کو سامنے لانے میں سرگرداں ہے۔ ان شہری اور دیہی علاقوں میں بسنے والی مذہبی اقلیتیں، عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے روٹس ایسی راہ ہموار کرنے پر یقین رکھتی ہے، جس سے آبادیاں اپنے معاشی، سماجی، اور سیاسی حقوق کو سمجھتے ہوئے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں کے مطابق بہتر معیار کا مطالبہ کر سکیں۔

روٹس فار ایکوٹی نے ابتداء ہی سے اپنی توجہ اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام، ڈبلیو ٹی او اور دوسرے آزاد منڈی کے نیولبرل معاہدوں سے دیہی آبادیوں پر مرتب ہونے والے اثرات کو سمجھنے میں کوشاں ہے۔ اس پس منظر میں ادارہ بنیادی طور پر تین سطحوں پر کام کرتا ہے۔

1۔ عالمگیریت کے اثرات اور مسائل پر عملی تحقیق۔
2۔ مقامی، قومی اور عالمی سطح پر باشعور مزاحمت کے لیے مختلف طرح کے لائحہ عمل مثلاً تحقیق، تصانیف اور بین الاقوامی رابطہ کاری سے مقامی آبادیوں کو متحرک کرنا اور اس کے ذریعے مزاحمت کو بڑھانا۔
3۔ وہ آبادیاں جو جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے معاشی، سیاسی اور سماجی تلخیاں جھیل رہی ہیں ان کو براہ راست مدد فراہم کرنا۔

ان تین طریقوں سے کام کرتے ہوئے روٹس فار ایکوٹی نے کامیابی کے ساتھ مقامی آبادیوں کے ساتھ صحت مندانہ روابط قائم کیے ہیں۔

پاکستان میں تبدیلی کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ملک کی معاشی و معاشرتی ترقی عوام کے گرد ہو۔ یہ بنیادی تبدیلی آبادیوں کو متحرک کیے بغیر ممکن نہیں۔ روٹس فار ایکوٹی یہ پختہ یقین رکھتی ہے کہ سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے سماجی اور معاشی انصاف حاصل کر سکتی ہیں۔ روٹس مقامی آبادیوں کے ساتھ مل کر سیاسی، معاشرتی اور معاشی انصاف کی جدوجہد پر پختہ یقین رکھتی ہے۔

اشاعت: روٹس فار ایکوٹی
تعاون: میزریور